

McGill University Library



3 103 078 130 5

(1241)

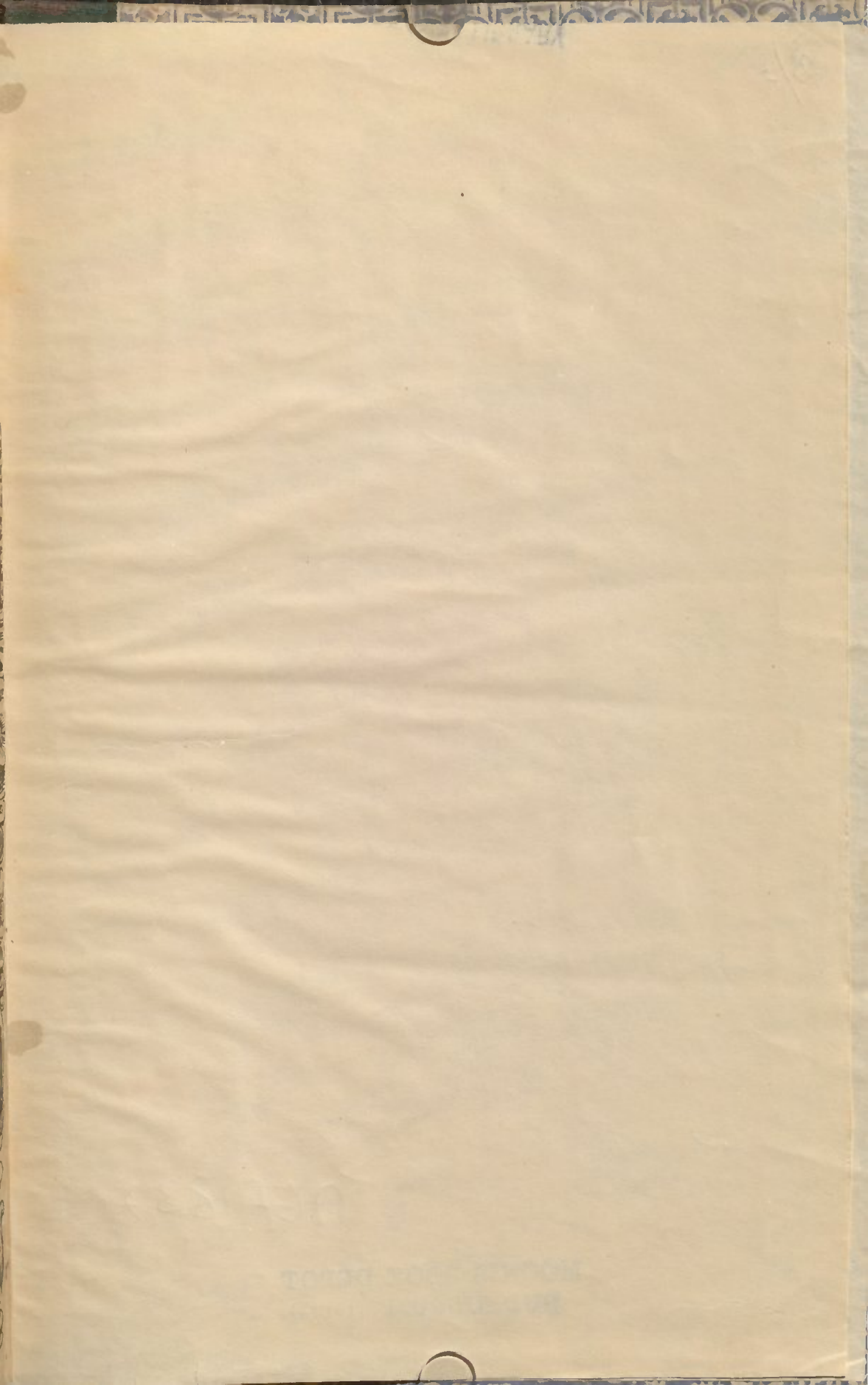


34/3351

LIBRARY

AGF1837

MOONIS BOOK DEPOT
BUDAUN. U. P. (INDIA)



جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ

الحمد لله على حسانه واوله كه رساله مستند با حاديث نبويه انما صحابه
وغيره باقوال تمه خفيه و ماله وساوس شيطانية و دافعه شكوك بابيك

موسومه به

كشف الحجاب عن الصلوات

ملقبه
بمعيار الخفية والنجدة

مؤلفه

فقير سيد امير عفا الله تعالى عنه مقيم آستانه عاليه اجمير شريف

سال تصنيف ۱۳۵۵ هـ

مطبعة عميد پرنی تریس بازار بلیا الران می طبع و نوا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حَمْدُهُ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ

بعد حمد و صلوة کے فقیر حقیر بندہ سید مسیح عرض رسا ہے کہ آج کل فاتحہ مروجہ ایصال ثواب کا مسئلہ ایسی اہمیت حاصل کر چکا ہے کہ ہر مقام پر مسلمانوں کے مختلف طبقے اسکے جائز یا بدعت ہونے پر دست و گریبان نظر آتے ہیں جسکی بنیاد پر مجوزین و مانعین میں نوبت تفسیق و تضلیل کی پہنچ گئی اور دو مسلمان جماعتوں میں اختلاف و نفاق کی ایک وسیع خلیج حائل ہو گئی ہے۔ اسلئے میں نے بغرض صلاح مسالین مسئلہ کی تحقیق کتب معتبرہ سے کی تاکہ اہل انصاف کی نظر میں مسئلہ صاف ہو جائے اور متعصبین و مانعین کو بھی اہل سنت کی تفسیق و تضلیل کی گنجائش نہ رہے۔ جن کتب سے یہ رسالہ اخذ کیا گیا ہے وہ فقط اہل سنت ہی کی مسئلہ نہیں بلکہ مانعین کے مستند و معتبر علما کے اقوال بھی اور ان کے اکابر کے فتاویٰ بھی ان کو مستند بتلاتے ہیں چنانچہ کتابی صفحہ کا حوالہ بھی ظاہر کر دیا گیا ہے۔ سوا الحمد للہ کہ مسئلہ اس طرح روشن اور منقح ہو گیا ہے کہ مخالف کیلئے بھی گنجائش انکار باقی نہیں اور حامیان و عاقلان ایصال ثواب کیلئے بھی موجب تائید و تقویت ہے فاتحہ و ایصال ثواب مروجہ کی اصل بھی معلوم ہو گئی اور رسوم ممنوعہ اور قیود زائدہ بھی واضح ہو گئیں جس سے اہل سنت کو اجتناب لازم ہے۔ اس رسالہ کا نام کشف الحجاب عن مسئلہ ایصال الثواب ہے۔ اللہ تعالیٰ اس رسالہ کو اہل اسلام کے لئے باعث ہدایت و رفع مناقشات اور مؤلف کیلئے سرمایہ نجات و ذخیرہ آخرت بنا دے۔ واللہ الموفق للساد و الیہ المرجع و المآب

فقیر سید مسیح مولد چھپر شریف ضلع شاہ پور پنجاب
مقیم درگاہ محلہ چھپر شریف

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

جاننا چاہیے کہ قرآن حدیث فقہ اجماع صحابہ سے زندہ مسلمانوں کی دعا و خیرات مردہ مسلمانوں کے حق میں نافع ہونا ثابت ہے قرآن حکیم میں بہت آیات دعوات اموات پر تھیں اور ان سے ایصال ثواب کا حکم ظاہر ہوتا ہے۔ چنانچہ چند آیات مطالعہ ناظرین کے لئے ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔ قال جل مجدہ۔ وَالَّذِينَ جَاءُوا مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ (سورہ حشر ترجمہ) یعنی وہ لوگ کہ جوان دونوں جماعتوں (مہاجرین و انصار) کے بعد آئے وہ کہتے ہیں (اور) عا میں مانگا کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بخش دے جو ہم سے پہلے ایمان لائے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ یہ دعوات کو بھی شامل ہے۔ پس اگر اس دعا سے مردوں کو نفع نہ ہوتا جو ہم سے پہلے گزر چکے ہیں تو اللہ تعالیٰ اس کو کچھ یوں کے حق میں بطریقہ مدح ظاہر نہ فرماتا بلکہ یہ باعث سبھی جاتی ہے۔ سورہ نوح میں رب العزت نے فرمایا۔ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَرَبِّ الْاٰلِ ذِي الْقُرْبٰی اِنَّیْٓ اَكُوْنُ مِنَ الْمُوْمِنِيْنَ وَالْمُوْمِنٰتِ (ترجمہ) اے میرے پروردگار مجھ کو اور میرے ماں باپ کو اور جو شخص ایمان لاکر میرے گھر میں (پناہ لینے) آیا ہو اس کو اور تمام مسلمان مرد اور عورتوں کو بخش دے۔ ابن کثیر نے کہا کہ حضرت نوح علیہ السلام نے جمیع مومنین و مومنات کے لئے دعا فرمائی خواہ زندہ ہوں یا مردہ ہے۔ اور حدیث میں بھی اس طرح دعا کرنا مروی ہے خطیب نے کہا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم فرماتے تھے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کے مومنین و مومنات بھی اس دعا میں شامل ہیں کیونکہ قیامت تک کے مومنین و مومنات کے واسطے نوح علیہ السلام نے دعا فرمائی ہے۔

سورہ بنی اسرائیل میں ولد کو ارشاد ہوا کہ والدین کے واسطے یوں دعا کرے رَبِّ اَرْحَمْهُمَا كَمَا اَرْحَمْتَنِيْ صَغِيْرًا (ترجمہ) اے رب میرے میرے والدین پر رحم فرما جیسا کہ انہوں نے بچپن میں مجھ پر رحم کیا مجھ کو پالا۔ اگر انسان کا عمل دوسرے کے لئے مفید نہ ہوتا تو ولد کی دعا والدین کے حق میں بیفائدہ ہوتی۔

نیز اللہ تعالیٰ نے خیر دی ہے کہ فرشتے مومنین کے لئے دعائے مغفرت کرتے ہیں۔ قال جل ذکرہ الْاٰلِیْنَ یٰحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَہٗ یُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّہِمْ وَیُؤْمِنُوْنَ بِہٖ وَکَسِبَتْہُمْ اُولٰٓئِکَ الْمَنْۢجِیۃُ رَبَّنَا وَبِصَلٰتِکَ عَلٰٓی سُبْحٰنِکَ وَرَحْمٰتِکَ عَلٰی الْاٰلِیْنَ الَّذِیْنَ تَاٰوَاۤءَکَ تَبَعُوْا سَبِیْلَکَ اِلٰی قَوْلِہَا وَفِیْہِ السَّیّٰتِ (ترجمہ) یعنی وہ ملائکہ جو عرش کو اٹھاتے ہوتے ہیں اور جو عرش کے گرداگرد ہیں ہمہ وقت اپنے پروردگار کی تعریف کے ساتھ اسکی تسبیح و تقدیس کرتے رہتے ہیں اور اس پر ایمان رکھتے ہیں اور ایمان والوں کے لئے مغفرت کی دعا مانگا کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار تیری رحمت اور تیرا علم سب چیزوں پر حاوی ہے جو لوگ تیری جناب میں توبہ کرتے ہیں اور تیرے رستہ (دین) پر چلتے ہیں ان کو بخش دے اور ان کو دوزخ کے عذاب سے بچا۔ اے میرے پروردگار ان کو (بہشت) ہمیشہ رہنے والے باغوں میں داخل کر جن کا تو نے ان سے وعدہ فرمایا ہے اور ان کے باپ دادوں اور ان کی بیبیوں اور ان کی اولادوں میں سے جو نیک ہوں انکو بھی اس آیت کریمہ سے طلب مغفرت کا جواز ثابت ہوا اور معلوم ہوا کہ یہ طلب مومنین کے حق میں نافع ہے۔ دوسری جگہ رب العزت نے فرمایا اِنَّ الْمَلَٰٓئِکَۃَ یُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّہِمْ وَکَسِبَتْہُمْ اُولٰٓئِکَ الْمَنْۢجِیۃُ (ترجمہ) یعنی وہ ملائکہ جو عرش کو اٹھاتے ہیں اور جو عرش کے گرداگرد ہیں ہمہ وقت اپنے پروردگار کی تعریف کے ساتھ اسکی تسبیح و تقدیس میں

لگے رہتے ہیں اور جو لوگ زمین میں رہتے ہیں ان کے گناہوں کی معافی مانگا کرتے ہیں۔ جو غرض کہ قرآن کریم کی مذکورہ آیات سے زندوں کی دعا اموات کے لئے پیغمبروں کی دعا انکی پھلی امتوں کے لئے۔ ملائکہ کی دعا اہل زمین کے لئے اس قدر مستعد طریقوں سے تلقین کی گئی ہو جسکے بعد کسی صاحب عقل فہم کو تردد کی گنجائش نہیں رہتی اور یہ سب کچھ تعلیم ہی کے لئے ہو جس سے ظاہر ہے کہ مسلمانوں کے لئے اپنے گذرے ہوئے بزرگوں مقتداؤں عزیزوں اور دوستوں کو ہمیشہ نیک عاؤں میں یاد رکھنا منشاءے ربانی ہو اور جو بختمین رضائے رحمانی اللہ تعالیٰ اہل اسلام کو توفیق خیر عطا فرماوے کہ وہ ہمیشہ اپنے ہوت کو دعوات صالحہ والیصال ثواب میں یاد رکھیں اور نفع پہنچاویں۔

اب بعد اسکے وہ احادیث جو ایصال ثواب و دعا اموات کے ثبوت پر صراحۃً دلالت کرتی ہیں ہدیہ ناظرین کیجاتی ہیں (حدیث اول) ابو داؤد و سنائی سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ ان ام سعد مانت فای لصدقة افضل قال الماء فحفر بینہما وقال ہذا کلام سعد = یا رسول اللہ سعد کی ماں کا انتقال ہو گیا تو کون سا صدقہ اُسکے لئے کرنا بہتر ہو؟ ارشاد فرمایا پانی کا صدقہ کرنا کہ وہاں سبکی تھی اور ضرورت تھی انہوں نے ایک کنواں کھدوایا اور کہا کہ یہ سعد کی ماں کے لئے ہے یعنی اس کا ثواب سعد کی ماں کو پہنچے۔

(حدیث ۲) صحیح بخاری و مسلم میں ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی کہتی ہیں ان رجلاً قال للنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ائمتی اقلتت لفسہا واطنہا لو تکلمت تصدقت فهل لہا اجر ان تصدقت عنہا قال نعم ایک شخص نے حضور سے عرض کی میری ماں دفعۃً مرگئی اور میرا گمان ہے کہ وہ اگر کچھ بولتی تو صدقہ کرتی تو کیا اگر میں اُسکی طرف سے صدقہ کروں تو اسے ثواب پہنچے گا؟ ارشاد فرمایا ہاں۔ اس حدیث کے تحت میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ لمعات میں فرماتے ہیں فی الحدیث دلیل علی ان ثواب الصدقات لیصل الی المہیت وکذا حکم الدعاء ہذا مذہب اہل الحق واخلتفوا فی العبادات البیدنیۃ کالصلوۃ و تلاوۃ القرآن والمختار نعم قیاساً علی الدعاء۔ اس حدیث میں اس امر پر دلیل ہے کہ میت کو صدقہ کا ثواب پہنچتا ہو اور دعا کا بھی یہی حکم ہو اور اہل حق کا یہی مذہب ہے اور عبادت بذنیۃ مثلاً نماز و تلاوت قرآن میں اختلاف ہے اور مذہب مختار یہ ہے کہ دعا پر قیاس کرتے ہوئے یہ کہا جائے کہ ان کا بھی ثواب پہنچتا ہے۔

(حدیث ۳) ابو داؤد و بروایت عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جابر راوی ان العاص بن وائل اوصی ان یعتق عنہ ما تدرقبتہ فاعتق عنہ ابنہ ہشام خمیسین رقبۃ فاراد ابنہ عمر ان یعتق عنہ الخمسین الباقیۃ فقال حتی اسأل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فاتی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقال یا رسول اللہ ان ابی اوصی ان یعتق عنہ ما تدرقبتہ وان ہشاماً ما اعتق عنہ خمسین ولقیبت علیہ خمسون رقبۃ فاعتق عنہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ لو کان مسلماً فاعتقہ عنہ و تصدقتم عنہ او حججتم عنہ بلذ ذلک عاص بن وائل نے وصیت کی تھی کہ اُسکی طرف سے سو غلام آزاد کئے جائیں اور اسکے بیٹے ہشام نے پچاس غلام آزاد کر دیئے اُسکے دوسرے بیٹے عمر نے باقی پچاس کو آزاد کرنا چاہا تو کہا کہ پہلے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کروں حضور کبھی دست میں حاضر ہو کر عرض کی یا رسول اللہ میرے باپ نے سو غلام آزاد کرنے کی وصیت کی تھی اور ہشام نے پچاس آزاد کر دیئے اور پچاس باقی ہیں کیا میں آزاد کروں؟ ارشاد فرمایا اگر وہ مسلمان ہو تو تم اُسکی طرف سے آزاد کرتے یا صدقہ

کرتے یا حج کرتے او سے پہنچا لمعات میں حضرت شیخ نے فرمایا قولہ لو کان مسلماً دل علی ان الصدقۃ لا تنفع الکافر
 ولا تجزیہ علی ان المسلمہ بیفعا لعیادة المالیة والبدنیة یعنی اس سے معلوم ہوا کہ کافر کو نہ صدقہ نفع دے اور نہ اس کو
 نجات دے اور مسلمان کو عبادت مالی اور بدنی دونوں سے نفع پہنچتا ہو (حدیث ۴) من قرأ الاکلاصل حد عشر مرۃ
 فوہب اجرہا للاثمات اعطی من الاجر بعد الاکاموات جس نے گیارہ بار سورہ اخلاص پڑھا اس کا ثواب مردوں کو بخشا
 تو مردوں کی تعداد کے برابر اس پڑھنے والے کو ثواب ملے گا اس حدیث کو در مختار باب الجنائز اور فتح القدیر باب الحج عن العیصر
 میں نقل کیا ہے ۔

(حدیث ۵) عن النبی سأل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا رسول اللہ انا نتصدق عن موتانا
 ونحج عنهم وندعو الیہم فهل یصل ذلک الیہم قال نعم انہ یصل الیہم وانہم یفرون بکم ان یفزع احدکم بالطنین اذا اھلک الیہ
 ترجمہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ یا رسول اللہ ہم اپنے مردوں کی طرف سے
 صدقہ کرتے ہیں اور حج کرتے ہیں تو کیا انہیں یہ پہنچتا ہے ارشاد فرمایا کہ بیشک وہ انکو پہنچتا ہے اور بیشک وہ اس سے خوش
 ہوتے ہیں جیسا تم میں سے کسی کے پاس طبق ہر یہ کیا جاتا ہے تو وہ خوش ہوتا ہے۔ اس حدیث کو بھی امام ابن ہمام نے فتح القدیر
 میں ذکر کیا ہے (حدیث ۶) حضور قدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دو سینگ لے کر خوبصورت مینڈھوں کی قربانی کی اور اپنے دست
 مبارک سے ذبح کئے اور فرمایا اللہ واللہ اکبر ہذا عنی وعن اللعصر من اقی الہی یہ میری طرف سے اور میری امت میں
 اسکی طرف سے جس نے قربانی نہیں کی رواہ احمد والوداؤد والترندی عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۔

(حدیث ۷) حش کہتے ہیں میں نے علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دو مینڈھے کی قربانی کرتے دیکھا میں نے اس کا سبب پوچھا
 تو فرمایا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صانی ان اضحیٰ عنہ فانا اضحیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 نے مجھے وصیت فرمائی ہے کہ میں حضور کی طرف سے قربانی کروں۔ اس لئے میں حضور کی طرف سے قربانی کرتا ہوں رواہ ابوداؤد
 (حدیث ۸) ان رجل سأل النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال کان لی ابوان ابرہما حال حیاتیہما فکیفی لی بامرہما بعد موتہما
 فقال علیہ الصلوٰۃ والسلام ان من البر رجل لہ ابوان تصلی لہما ہم صلوا تک ان تصوم لہما مع صیامک لاء اللار قطنی
 ایک شخص نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سوال کیا اور کہا کہ میرے والدین تھے کہ میں انکی زندگی میں انکے ساتھ سلوک کرتا تھا
 اب انکے مرنے کے بعد انکے ساتھ کس طرح بھلائی کروں۔ ارشاد فرمایا نیکی بعد نیکی یہ ہے کہ اپنی نماز کے ساتھ ان کے لئے
 نماز پڑھ اور اپنے روزہ کے ساتھ انکے لئے روزہ رکھ۔ اقول یہاں انکے لئے نماز پڑھنے اور روزہ رکھنے کے یہی معنی
 ہیں کہ نماز روزہ کا ایصال ثواب کیا جائے نہ یہ کہ انکی طرف سے نماز پڑھ کر فرض و واجبات کا انکے ذمہ میں سے ساقط کرنا

اگرچہ عمل غیر سے اس صورت میں بھی نفع پہنچتا ثابت ہوگا مگر مراد معنی اول ہے اسلئے کہ ایک حدیث میں آیا ہے لا یصلی
 احد عن احد ولا یتیمو احد عن احد ایک شخص دوسرے کی طرف سے نہ نماز پڑھ سکتا ہے نہ روزہ رکھ سکتا ہے۔ اسی واسطے اس
 حدیث میں کہا فرمایا عنہما نہیں فرمایا اور اس حدیث میں عن احد فرمایا لا احد نہ فرمایا (حدیث ۹) عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من دخل لہما برفقرا سوا لیس خفف عنہ لومعین جو قبرستان میں جا کر
 سورہ یسین پڑھے اس دن مردوں سے تخفیف ہو جاتی ہے۔ ان احادیث سے بخوبی ثابت ہے کہ زندہ کے اعمال صدقہ وغیر

سے اموات کو نفع پہنچتا ہے اور اپنے اعمال کا ثواب پہنچائے تو ثواب پہنچتا ہے امام ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلہ کو فتح القدر میں نہایت شرح و بسط کے ساتھ بیان کیا ہے اور مذہب اہل سنت والجماعت کو آیات و احادیث سے ثابت کیا ہے اور مطلق ایصال ثواب سے انکار کو معتزلہ کا مذہب بتلاتے ہوئے ان کی دلیل ذکر کر کے اسکے متعدد جواب ذکر کئے ہیں۔ جو شخص ان جوابات کے ملاحظہ کا شوق رکھتا ہو وہ نسخہ القدر اور بحر الرائق کے صفحہ ۹۳ و ۹۴ اور صفحہ ۹۵ کا مطالعہ کر لے انشاء اللہ تعالیٰ مسئلہ کی پوری تحقیق ہو جائے گی۔

(حدیث ۱۰) اخراج البخاری و مسلم عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا مات الانسان انقطع عمله الا من عمل صدقاً جاداً او علم نافعاً بائناً او ولد صالحاً یصلیٰ لہ ترجمہ بخاری اور مسلم نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایاً سے روایت کی ہے کہ حضرت نے فرمایا ہے کہ جس وقت انسان مرتا ہے تو اسکے عمل کا ثواب موقوف ہو جاتا ہے۔ مگر تین عملوں کا ثواب باقی رہتا ہے۔ جس میں سے ایک یہ ہے کہ اولاد صالح اس کے لئے دعا کرتی ہے (حدیث ۱۱) امام مالک کی روایت میں سعید بن صالح سے روایت آئی ہے کہ نبی بنی عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اپنے بھائی عبدالرحمن کی طرف سے کہ وہ سوتے میں مر گئے تھے بہت سے غلام آزاد کئے (حدیث ۱۲) ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں آیا ہے کہ جسکے جنازہ پر چالیس آدمی کھڑے ہو کر نماز پڑھیں بشرطیکہ کسی نے خدا کے ساتھ شریک نہ کیا ہو اور وہ میت کی شفاعت کریں تو خدا انکی شفاعت قبول کرتا ہے رواہ مسلم عن کریب مولیٰ ابن عباس (حدیث ۱۳) انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ترمذی نے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان الصدقات تطفی غضب الرب صدقہ بھجا دیتا ہے آتش غضب الہی کو اور احمد اور ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کی ہے کہ حضرت نے فرمایا الصدقات تطفی الخبیثۃ کما یطفی الماء النار اللہ دینا بھجا دیتا ہے گناہ کو جیسا کہ بھجا دیتا ہے پانی آگ کو (حدیث ۱۴) اخراج الطبرانی فی الاوسط عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ما من اهل بیت یموت منہم میت فینتصدقون عنہ الحدیث (ترجمہ) روایت کی طبرانی نے اوسط میں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ کہا حضرت انس نے سنا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ فرماتے تھے کوئی اہل بیت سے میت نہیں ہوتی ہے کہ لوگ اسکی طرف سے صدقہ دیں مگر حضرت جبرائیل اسے نوری طبق میں رکھ کر لے جاتے ہیں پھر قبر کے کنارے کھڑے ہو جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے صاحب قبر یہ ہدیہ ہے کہ بھیجا ہے طرف تیری اہل تیری نے پس قبول کر اس کو پس داخل ہوتا ہے اس پر پس خوش ہوتی ہے بسبب ہدیہ کے میت اور عمکین ہوتے ہیں ہمسائے اسکے جنہوں کی طرف نہیں ہدیہ بھیجا گیا۔ (حدیث ۱۵) مشکوٰۃ شریف میں حضرت محمد بن نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک حدیث مرفوعہ ہے کہ فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جس نے اپنے والدین کی قبر کی یادوں میں سے ایک کی ہر جمعہ کے دن زیارت کی اس کے گناہ بخش دئے جاویں گے اور وہ نیکو کار کہہ دیا جاوے گا۔

(حدیث ۱۶) تفسیر کبیر میں ہے ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یأتی قبرہ الشہداء علی راس کل حول فیقول سلام علیکم بما صبرتم فغم عقی الدار والخلفاء الاربعۃ هكذا یفعلون (ترجمہ) حضور صلی اللہ علیہ وسلم شہیدوں کے مزارات پر ہر برس کے شروع میں تشریف لیجاتے تھے اور اس طرح انکو مخاطب کر کے فرماتے تھے کہ سلام علیکم بما صبرتم فغم عقی الدار یعنی تم پر سلامتی ہو بسبب اس کے کہ تم نے

ضرب کیا اور اچھا ہوا آخر ٹھکانہ اس حدیث سے یہ نتیجہ نکلا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر شروع سال میں شہیدوں کی قبروں پر آتے اور بعد فرمانے السلام علیکم باصبر تم فنع عقی الدار کے کچھ پڑھ کر ان کو بخشتے تھے تو ہم لوگ جو ہر سال بزرگوں کے عرس میں حاضر ہو کر کچھ پڑھ کر بخشے ہیں تو یہ خلاف طریقہ رسول اللہ نہیں بلکہ اتباع ہو فعل رسول اللہ اور خلفائے راشدین کا (حدیث ۱۷) طبرانی نے اوسط میں النبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ میری امت پر اللہ کی بڑی رحمت ہو کہ جو قبر میں گنہگار داخل ہوں گے وہ یہ سبب دعا اور استغفار مسلمانوں کے قبر سے بیگانہ ہو کر اٹھیں گے (حدیث ۱۸) بیہقی نے شعب الایمان میں عبد اللہ بن عمر سے روایت کی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ مردے کو بند کر کے مت رکھا کرو اس کو جلدی پہنچایا کرو اور اس کے سر کی طرف سوؤ بقرہ کا اول اور اس کے پاؤں کی طرف سورۃ بقرہ کا آخر پڑھا کرو (حدیث ۱۹)

حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ حضور نے فرمایا کہ جو شخص قبرستان میں جا کر سورۃ فاتحہ اوقبل ہوا واحد اور انبیکم التکاثر پڑھے مردوں کو بخشے تو تمام مومنین اور مومنات قیامت کے دن اس کے شیفع ہونگے (حدیث ۲۰) کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا فرغ من دفن المیت وقف علی قبرہ وقال استغفرہ لاکم و اسألوا اللہ لہ التثنیت فانہ الاذن لیسأل یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب فراغت پاتے تھے دفن میت سے ٹہرتے اسکی قبر پر اور فرماتے کہ مغفرت مانگو اپنے بھائی کی اور دعا کرو کہ اللہ اس کو ثابت اور قائم رکھے جو ابھی میں کیونکہ اب اس سے منکر و تکبر کا سوال ہوگا۔ یہ حدیث فقہیہ شامی نے رد المحتار میں سن ابی داؤد سے نقل کی ہے (حدیث ۲۱)

مشکوٰۃ میں بروایت مسلم موجود ہے عن عمر بن العاص قال لا ینبذ وھو فی سباق الموت اذا انامت فلا تصحبن نائمتہ ولا نائرا فاذا دفنتمونی فشنوا علی التراب شنائکم اقیمو حول قبری قدامی بجز وروایقہ لکمھا حتی استأنس بکم و اعلم ما اذا اراجم برسلسل ربی رواہ مسلم یعنی روایت ہے عمر بن العاص صحابی رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا انہوں نے اپنے بیٹے سے جب وہ حالت نزع میں تھے کہ جب میں مر جاؤں تو نہو دے میرے پاس کوئی عورت نہو نہ کرنوالی اور نہ آگ پھر جب دفن کرو مجھ کو ڈالو مجھ پر مٹی آہستہ آہستہ پھر کھڑے ہو جاؤ میری قبر کے گرد اگر اور اتنی دیر ٹھہرو کہ زخ کیا جاوے اونٹ اور تقسیم ہو جاوے گوشت اُس کا تاکہ آرام اور اُنس پیکروں تمہارے ساتھ اور جان لوں کہ کیا جواب دوں اپنے پروردگار کے فرشتوں کو روایت کیا اس کو مسلم نے دیکھتے یہ فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ سے بہت صحیح اور معتد طور پر ثابت ہے معلوم نہیں لوگوں نے اس کو کیوں ترک کر دیا چاہئے کہ اہل اسلام اس کی تمہیل کریں اگر سب آدمی نہ ٹھہر سکیں باعث کسی ضرورت اور کاروبار کے تو میت کے دوست و آشنا اور قریبائین سے چند آدمی ٹھہریں اور پڑھتے رہیں قرآن و استغفار وغیرہ اور دعا کریں میت کیلئے و سلام علی من اتبع الهدی (حدیث ۲۲) بیہقی کی حدیث ہے ما المیت فی القبر الا کالغریق المتغشش ینتظر دعوة تلحقہ من اب او اخ او صدیق فاذا لحقتہ کان احب الیہ من الدنیا وما فیہا مردے راہ نکھارتے ہیں کہ زندوں سے کسی طرح کی ان کو مدد پہنچے جس طرح ڈوبنے والا فریادوں کا منتظر رہتا ہے۔

اس حدیث میں اشارہ ہو گیا ماں باپ کو کہ وہ اپنی اولاد کو دعائے خیر سے یاد رکھیں اور بھائی بھائی کو اور دوست دوست کو اس واسطے کہ مردہ ان سب کی طرف امید لگائے رہتا ہے۔ اب کتب فقہ کی بعض روایات سنئے بلکہ ان سے پہلے کتب عقائد میں سے "شرح عقائد نسفی" کی یہ عبارت دیکھئے "وفی دعاء الاحیاء لا تموتوا وصدقتم عنہم نفع لہم خلافاً للمعتزلة" (ترجمہ) زندے مردوں کے لئے دعا کریں یا ان کی طرف سے صدقہ دیں تو مردوں کو نفع پہنچتا ہے فرقہ معتزلہ اسکے مخالف ہیں۔ شرح عقائد کی عبارت سے معلوم ہوا کہ ایصالِ ثواب کے منکر معتزلہ ہیں اہل سنت کے نزدیک بالاتفاق بلا تکلیف مردوں کو ثواب پہنچتا ہے۔ امام عظیم سیدنا ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کتاب مستطاب فقہ اکبر کی شرح میں ملا علی قاری علیہ الرحمۃ الباری لکھتے ہیں "فذهب ابو حنیفۃ و احمد و جمہور السلف الی وصولہا یعنی امام ابو حنیفہ و امام احمد و جمہور سلف صالحین کا مذہب ہے کہ میت کو ثواب پہنچتا ہے۔ یہاں تک کہ قاضی ثنابا اللہ صاحب تذکرۃ الموتی میں اس مسئلہ کے متعلق جمع احادیث فرما کر لکھتے ہیں لہذا جمہور فقہاء حکم کردہ است کہ ثواب ہر عبادت بہ میت میرسد یعنی ہر عبادت کے ثواب میت کو پہنچتا ہے۔ یہ قاضی صاحب وہ ہیں جن کو منکرین بھی مانتے ہیں۔ ہذا یہ صفحہ ۲۱۳ مطبوعہ مطبع مجیدی جلد اول میں ہو الاصل فی هذا الباب ان الانسان له ان يجعل ثواب عمله لغيره صلوة او صوماً او صدقۃ او غیرہا عند اهل السنة والجماعة لما روی عن النبی انہ ضحی بکبشین املحین احدہما عن نفسه والاخر عن اہل سنت وجماعت من اقربوہا انیہ اللہ تعالیٰ و تھمل لہ بالبلاغ۔ (ترجمہ) اہل سنت والجماعت (خصوصاً فقہائے احناف) کے نزدیک جائز ہے کہ انسان اپنے عمل کا ثواب دوسرے کو بخشے خواہ یہ عمل نماز ہو یا روزہ یا صدقہ یا سوا اسکے اعمال صالحہ سے اسلئے کہ مروی ہو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کہ آپ نے دو مینڈھے سفید مائل بسیاہی کی قربانی کی ایک کی ان میں سے اپنی جائزے اور دوسرے کی اپنی امت کی طرف سے جنہوں نے اقرار کیا اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اور شہادت دی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغ رسالت کی فیخ القدر میں ہو خالف فی جمیع ذالک المعتزلة مطلقاً ایصالِ ثواب کے منکر معتزلہ ہیں۔ بحر الرائق میں ہو من صام او صلی او تصدق و جعل ثوابہ لغيره من الاموات و الاحیاء جاز و یصل ثوابہما الیہم عند اهل السنة والجماعة یعنی اہل سنت وجماعت کا مذہب یہ ہے کہ جس نے روزہ رکھا یا نماز پڑھی یا صدقہ کیا اور اس کا ثواب دوسرے کو مردوں اور زندوں کو پہنچائے تو یہ جائز ہے اور ان کو ثواب پہنچتا ہے۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہو الاصل فی هذا الباب ان الانسان له ان يجعل ثواب عمله لغيره صلوة کان او صوماً او غیرہا کالحج و قرآنہ القرآن والاذکار و زیارة قبور الانبیاء علیہم السلام والسلام والشهداء والصالحین وتکفین الموتی و جمیع انواع البر یعنی اس باب میں قاعد کلیہ یہ ہے کہ انسان اپنے عمل کا ثواب دوسرے کو پہنچا سکتا ہے نماز ہو یا روزہ یا صدقہ یا اسکے علاوہ جیسے حج اور قرآن قرآن اور اذکار اور زیارة قبور انبیاء و شہداء و اولیاء و صالحین و تکفین اموات اور ہر قسم کے نیکی کے کام۔ ایصالِ ثواب کا جواز تو دوسری چیز ہی ایصالِ ثواب کرنے میں بہ نسبت ایصالِ نہ کرنے کے ثواب زیادہ ہی ایصالِ نہ کرنے تو صرف عمل کا ثواب ملے گا اور ایصالِ کرنے کی صورت میں تمام مردوں کی برابر اس کو ثواب ملیگا جیسا کہ حدیث میں

سے مستفاد ہے محیط پھر تارخانہ پھر رالمخار میں ہے الا فضل لمن یتصدق نفلًا ان ینوی للجمیع المؤمنین
والمؤمنات ولا ینقص من اجرہ شیء جو صدقہ نفل کرنا چاہتا ہے اس کے لئے افضل یہ ہے کہ تمام
مؤمنین اور مؤمنات کی نیت کر لے کہ ان سب کو پہنچے گا اور اس کے اجر میں کچھ کمی نہ ہوگی تو جب اپنا کچھ
نقصان نہیں اور دوسروں کا فائدہ ہو تو ظاہر ہے کہ ایسا فائدہ پہنچانا ہر حال میں بہتر ہوگا اگر ایسے فائدہ
پہنچانے سے بھی گریز کرے تو یہ انتہائی بخل کی دلیل ہے کہ اور جگہ دینے میں تو اپنے پاس سے کوئی چیز نیکم
ہوتی ہے اور یہاں یہ بھی نہیں ۛ

سوال۔ ایصالِ ثواب کی نسبت بعض وقت حدیثہ گذرتا ہے کہ اگر عمل نیک کا ثواب دوسروں کی روح کو
بخشنا جاوے تو بخشنے والے کے لئے کیا نفع ہوا البتہ فردوں کو اس سے نفع پہنچتا ہے۔ الجواب فی شرح الصدوق
تخریج الطبرانی عن ابی عمر وقال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا تصدق احدکم صدقة تطوعاً فلیجعلها
عن ابویہ فیكون لہما اجرہا ولا ینقص من اجرہ شیء۔ یہ حدیث نص ہے اس میں کہ ثواب بخش دینے سے بھی عامل کے
پاس پورا ثواب رہتا ہے اور صحیح مسلم کی حدیث سے بھی اسکی تائید ہوتی ہے من سن سنة حسنة فله
اجرہا واجر من عمل بها من غیر ان ینقص من اجرہ شیء او کما قال وجد تائید ظاہر ہے کہ
دوسرے شخص کی طرف تعدیہ ثواب سے بھی عامل کا ثواب کم نہیں ہوتا اتنا فرق ہے کہ حدیث طبرانی میں تعدیہ بالقصد
ہے اور حدیث مسلم میں بلا قصد سو یہ فرق حکم مقصود میں کچھ موثر نہیں اور فقہانے بھی ان روایات کے مدلول کو بلا تاویل
متلفی بالقبول کیا ہے کما فی ردالمحتار عن زکوة التارخانہ عن محیط الا فضل لمن یتصدق
نفلاً ان ینوی للجمیع المؤمنین والمؤمنات ولا ینقص من اجرہ شیء الخ اور از اس میں اختر کے ذوق
میں یہ ہے کہ معانی میں توسع اسقدر ہے کہ تعدیہ الی المحل الآخر سے بھی محل اول سے زوال نہیں ہوتا چنانچہ تعدیہ
علوم و منیوض میں مشاہدہ ہے بخلاف اعیان کے کہ وہاں ایسا نہیں بلکہ ہر بہ کرنے کے بعد شے موہوب و اہر کے
پاس نہیں رہتی نیز یہ حدیثہ گذرتا ہے کہ ایک چیز کا ثواب چند لوگوں کو پہنچا یا جاوے تو وہ بلا تجزی سب کو برابر
پہنچے گا جیسا کہ اسکے فضل کا مفقضا ہی یا تقسیم ہو کر بحسب حصہ جیسا کہ اس کے عدل کا مفقضا ہے۔ جواب
اس کا یہ ہے کہ یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے بلکہ امید فضل واسع خداوند کریم سے یہی ہے کہ بلا تجزی و تقسیم برابر پہنچے او وہی
مختار شامی علیہ الرحمۃ ہے چنانچہ شامی علیہ الرحمۃ بعد تحریر اقول مختلفہ تحریر فرماتے ہیں قلت سئل ابن حجر
المسکی عا لوقراً اهل المقبرة الفاضلة هل یقتسم الثواب بینهما اولیصل لكل منهما مثل
ثواب ذلك کاملا فاجاب بانہ افتی جمیع بالثانی وهو اللائق بسعة الفضل (ردالمحتار جلد اول صفحہ ۹۴)

مگر کسی نے دلیل میں کوئی نص ذکر نہیں کی ہے اور ظاہر ہے کہ مسئلہ قیاسی ہے نہیں اس لئے بدون نص اسپیں
کوئی کلام نہیں کیا جاسکتا البتہ سوال بالا کے جواب میں جو حدیث طبرانی کی مذکور ہے اس کو ظاہر الفاظ کے
اعتبار سے عدم تجزی پر دل کہا جاسکتا ہے کیونکہ اجر با کامر ج صدقہ ہے جسکا حقیقی مفہوم کل الصدقہ ہے نہ کہ
جزو الصدقہ اور لہما سے متبادر اور شائع اطلاق کے وقت کل واحد ہوتا ہے اور مجموعہ ماد ہونا محتاج قرینہ ہوتا ہے
اور قرینہ کا فقدان ظاہر ہے پس معنی یہ ہونے کہ دونوں میں سے ہر ہر واحد کو بلا تجزی و تقسیم پورے صدقہ کا اجر ملیگا

اور دوسرے احتمالات مخالفہ غیر ناشی عن دلیل ہیں اس لئے معتبر نہیں اور مسئلہ قطعاً میں سے نہیں اس لئے بھی
 ایسے احتمالات مضر نہیں۔ فتاویٰ کبیری میں ہے لو تصدق عن المیت اودعی له بعث اللہ الی المیت
 علی طبق من نور ترجمہ اگر صدقہ دیا جاتا ہے مردے کی طرف سے یا دعا کی جاتی ہے اس کے واسطے بھیجا ہوا اللہ تعالیٰ
 اپنی طرف سے مردے کے اوپر طبق نور کے فی الملتقط الاحیاء قال بعض السلف الدعاء لاموات
 بمنزلة الهدایا للاحیاء فیدخل الملک علی المیت مع طبق من نور فیقول ہذا ہدیۃ لک
 من عند قریبک فلان یفرح المیت بذلک كما یفرح الحی بالهدیۃ یعنی ملقط الاحیاء میں ہو کہ کہا
 بعض سلف نے کہ دعا واسطے اموات کے بمنزلہ ہدیہ کے ہو واسطے زندوں کے پس داخل ہوتا ہو فرشتہ میت پر
 ساتھ طبق نور کے پس کہتا ہو یہ تحفہ ہے کہ بھیجا ہے تیری طرف تیرے فلان نے عزیز نے پس خوش ہوتا ہے وہ مردہ
 جیسا کہ خوش ہوتا ہے زندہ بسبب ہدیہ کے (از تلک العشر صفحہ ۱۲) بحر الرائق کے باب الحج عن النیر صفحہ ۵۹ جلد
 ثالث مطبوعہ مصر میں ہے والاصل فیہ ان الانسان لہ ان یجعل ثواب عملہ لغیرہ صلوة او صدقہ او قرآن او ذکر
 او طواف او حج او غیر ذلک عند اصحابنا للکتاب والسنة اما الکتاب فلقولہ تعالیٰ وقل رب ارحمہما کما اریانی
 صغیرا واکبارہ تعالیٰ عن ملئکتہ بقولہ ولست تخشون للذین اصنوا وساق عباراتہم بقولہ تعالیٰ ربنا وسعت
 کل شیء رحمۃ وعلما قاعض للذین تابوا واتبعوا سبیلک الی قولہ وقہم السعیات واما السنة
 فاحادیث کثیرہ منہا فی الصحیحین صحیح البخاری بالکثیرین فحج احدہما عن امہ وہو مشہور بتجوز الزیادۃ یہ علی الکتاب و
 منہا مارواہ ابوداؤد اقرؤا علی موتاکم سورۃ یس وجینذ فتعین ان لا یكون قولہ تعالیٰ وان لیس للانسان
 الا ما سعی علی ظاہرہ وفی ثلاث تاویلات اقربہا ما اثارہ المحقق ابن الہمام انہا مقیدۃ بما یہبہ العاقل یعنی لیس
 للانسان من سعی غیرہ نصیب الا اذا وہب لہ فینذ کیون لہ واما قولہ علیہ السلام لا یصوم احد عن احد ولا یصلی احد عن
 فہونی عن الخرف عن العہدۃ لانی حق الثواب فان من صام او صلی او تصدق وجعل ثوابہ لغیرہ من الاموات والاحیاء
 جاز ویصل ثوابہا الیہم عند اہل السنۃ والجماعۃ کذا فی البدائع یعنی قاعدہ کلیہ اس باب میں یہ ہے کہ ہمارے امہ کے
 نزدیک اپنے ہر قسم کے اعمال کا ثواب دوسرے کو پہنچا سکتا ہے اور اس کا ثبوت قرآن و حدیث سے ہوا سکے بعد
 صاحب بحر اس کے ثبوت میں چند آیات و احادیث ذکر کرتے ہیں پھر بدائع سے نقل کرتے ہیں کہ من صام او صلی
 او تصدق وجعل ثوابہ لغیرہ من الاموات والاحیاء جاز ویصل ثوابہا الیہم عند اہل السنۃ
 والجماعۃ اور مطلق ایصال ثواب سے انکار کو معتزلہ کا مذہب بتلاتے ہیں کہ معتزلہ کا مذہب یہ ہے کہ عبادت کا ثواب
 سوائے فاعل کے غیر کو نہیں پہنچتا ہے خواہ عبادت مالی ہو یا بدنی خواہ مرکب ہو مالی اور بدنی سے اور ان کی دلیل
 بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وان لیس للانسان الا ما سعی یعنی انسان کو کوئی چیز نافع نہیں مگر
 جو کہ خود کیا یہ آیت دلالت کرتی ہے اس بات پر کہ آدمی کو نفع نہیں بجز اس بات کے کہ بذات خود کوشش کی
 اور عمل کیا پھر اس کے جواب میں صاحب بحر فرماتے ہیں کہ گویا یہ آیت منکرین ایصال ثواب کی موید ہے اور
 اسی پر دلالت کرتی ہے کہ ایک کا عمل دوسرے کو مفید نہیں لیکن حکم دعائے والدین اور استغفار لاکر مومنین کے
 حق میں اور اس کے سوا اور احادیث مشہورہ ایصال ثواب کی ظاہر آیت کے مخالف ہیں تو بالقطع ہم کو ثابت ہوا کہ ظاہر

آیت اپنے اطلاق پر باقی نہیں ورنہ تعارض خصوص شرعیہ میں لازم آئیگا اسی بنا پر علماء اہلسنت والجماعت نے اس میں تاویل کی ہیں تو یہ تزان تاویلات میں سے وہ تاویل ہے جس کو محقق ابن الہمام نے ختم کیا ہے کہ یہ آیت مقید ہے بقید عدم بہ عامل یعنی مراد اس آیت سے یہ ہے کہ انسان کو غیر کے عمل سے کچھ حاصل نہیں مگر جبکہ غیر اس کو بخشے تو البتہ مقید ہوگا لہذا یہ آیت بھی مخالف ایصال ثواب نہیں۔ اور تقدیر آیت بہتر ہے نسخ آیت کے قائل ہونے سے اس لئے کہ آیت از قبیل اخبار ہوا و خبر میں نسخ جاری نہیں ہے سیرح قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لا یصوم احد عن احد ولا یصلی احد عن احد یعنی نہ روزہ رکھے کوئی کسی کی طرف سے اور نہ نماز پڑھے کوئی کسی کی طرف سے اگرچہ یہ بھی منکرین ایصال ثواب کی تائید کرتا ہے مگر حقیقت میں یہ کلام فرائض و واجبات کے ساقط کرنے کے حق میں وارد ہے نہ حق ثواب میں پس جس نے روزہ رکھا یا نماز پڑھی یا صدقہ دیا اور اس کا ثواب اپنے غیر کو زندوں اور مردوں کو بخشا تو یہ جائز ہے اور یہ ثواب اس غیر کو پہنچے گا مگر اس سے فرائض و واجبات جو اس کے ذمہ تھے وہ ساقط نہ ہوں گے اگرچہ تخفیف کی امید ہے۔ یہ ہے خلاصہ عبارت صاحب بحر الرائق کا فاحفظ فانہ شیء عزیز۔

خاتم المفسرین مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ اوائل حال میں مردے رات کا کرتے ہیں کہ زندوں سے کسی طرح کی ان کو مدد پہنچے جس طرح ڈوبنے والا فریاد رسول کا منتظر رہتا ہے مولوی اسماعیل اپنی کتاب صراط مستقیم کے صفحہ ۶۳ میں لکھتے ہیں حضرت رسالت پناہ سعد بن معاذؓ را بعد التماس ایشان کہ ما درم تاگاہ فوت شدہ و یارائے گفتن نیافت و اگر می یافت و صیبتے میکرد پس برائے وے اگر چیزے بکنم نفع بوے خواہد رسید فرمود چاہ بکن و گو کہ این برائے ما در سعادت یعنی حضرت سعد بن معاذ صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ نے وفات پائی تو انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ میری والدہ کو کچھ کہنے کا موقع نہ ملا اگر ملتا تو وہ وصیت کرتی اگر میں انکی طرف سے کچھ کروں کیا انہیں نفع پہنچے گا؟ حضور نے فرمایا کنواں بناؤ اور کہو کہ یہ سعد کی والدہ کے لئے ہے اس کے بعد پھر مولوی اسماعیل لکھتے ہیں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا از طرف برادر خود عبدالرحمنؓ بعد وفاتش بردا آزاد کرد و برہیں قیاس بایک کرد سایر عبادات را بر عبادتیکہ از مسلمان ادا شود ثواب آل بروح کے از گندہ شتگان برساند و طریق رسانیدن آل دعائے خیر جناب الہی است پس این خود البتہ بہتر و متحسن است (صراط مستقیم صفحہ ۶۳)

یعنی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے بھائی عبدالرحمن کی وفات کے بعد ان کی طرف سے غلام آزاد کئے اور اسی پر تمام عبادتوں کو قیاس کرنا چاہتے ہیں جو عبادت مسلمان سے ادا ہو اس کا ثواب گزرے ہوئے لوگوں میں سے کسی کی روح کو پہنچائے تو یہ ضرور بہتر اور متحسن ہے اور ثواب پہنچانے کا طریقہ بارگاہ الہی میں دعا کرنا ہے۔ مولوی اسماعیل کی اس عبارت نے فاتحہ گیارہویں تیجہ چالیسواں غرض نذر نیاز سب کو جائز کر دیا جب ہر عبادت کا ایصال ثواب حدیث شریف سے ثابت ہے تو ذکر تلاوت صدقہ سب کا ایصال ثواب حدیث کے مطابق ہوا اس کو بدعت کہنا امر بالسنہ کو بدعت بتانا اور اسماعیل کو بدعتی ٹھہرانا ہے اور اسماعیل ان امور کو بدعت و شرک کہے تو وہ اپنے قول سے خود ملزم ہے۔ الحاصل قرآن کریم کی آیات اور نبی کریم کی ہدایت اور صحابہ کرام کی روایا

اور فقہاء و علماء کی تصریحات سے یہ ثابت ہوا کہ کلام اطعام طعام صوم صلوة خیر خیرات اور حتیٰ نیکیاں ہیں ان سب کا ثواب ایک کو بخشے یا تمام مؤمنین اور مؤمنات کو بخشے سب کو پہنچتا ہے۔ جب کوئی نذر نیا ذکر کرتا ہے فرشتے خدا کے حکم سے اس کو نور کے طباق میں لیجا کر جس کو ثواب بخشنا کیا ہے اس کے سامنے کرتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ فلاں شخص نے تم کو یہ تحفہ بھیجا ہے وہ دیکھ کر خوش ہوتا ہے اور جو بھیجتا ہے اس کے ثواب میں کسی قسم کی کمی نہیں ہوتی اور مردے راہ نکار کرتے ہیں کہ زندوں سے کسی قسم کی ان کو مدد پہنچے اور اس ثواب رسائی کیلئے تخصیص دن کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول اور فعل سے ثابت ہے اگر تخصیص نہ کیجئے تب بھی ہر وقت ثواب پہنچ سکتا ہے پس ان تمام باتوں کا خیال کر کے خیر خواہوں نے مڑوں کی بے بسی اور بے کسی پر نظر کر کے بہ نظر ہمدردی اور خیر خواہی ان کی نفع رسائی اور ثواب پہنچانے کا یہ طریقہ قائم کیا کہ متعدد تاریخیں مثل تیجہ دسواں بیسواں چالیسواں ستہ ماہی ششماہی برسی اور حسب خواہش جب چاہے ان کی نذر نیا فاتحہ کے لئے قائم کیں اور اس میں چند مصلحتیں سمجھ آؤں یہ کہ مردہ جو زندوں کی مدد کا محتاج ہوتا ہے جب اس کو ثواب پہنچتا ہے تو اس کی روح خوش ہوتی ہے اور اس کلمہ کلام اور اطعام طعام کی برکت سے اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت کرتا ہے اور اس پر رحمت کا نزول ہوتا ہے۔ دوسرے یہ کہ جو ثواب پہنچاتا ہے اس کے ثواب میں کمی نہیں ہوتی بلکہ اس خیر خواہی کے صلہ میں وہ مستحق ثواب کا ہوتا ہے تیسرے یہ کہ اس حیلہ سے جو غریبوں اور محتاجوں کو کھانا کھلا یا جانا ہے اول غریبوں کا بھلا ہوتا ہے بعد کھانیکے ان کے دل سے دعا نکلتی ہے اور جو ثواب پہنچا ہوا ہے اور جس کو پہنچا گیا ہے دونوں کو مفید ہے بالجملہ یہ مسئلہ سمجھو تعالیٰ اس قدر واضح اور صاف ہو گیا کہ مخالفین میں جو عمل بالحدیث کے مدعی ہیں اگر اپنے دعوے میں کچھ بھی سچے ہوں تو ایصال ثواب سے انکار نہ کریں گے یہ تو میں کیسے کہوں کہ حدیث پر عمل کریں اور ایصال ثواب کریں کہ وہ ایسا کر نہیں سکتے مگر کم از کم انکار سے تو باز آئیں اور وہ لوگ جو اپنے کو حنفی کہتے ہیں اور ایصال ثواب سے انکار کرتے ہیں وہ بھی اس سے باز آئیں کہ علاوہ احادیث کے کتب معتبرہ و مستندہ حنفیہ کی متعدد دعوائیں پیش کر دی ہیں تاکہ انکار کی گنجائش باقی نہ رہے اور غالباً انہیں مجبور یوں کو دیکھتے ہوئے یہ لوگ اپنی طرف سے کچھ باتیں اضافہ کر کے اسے بدعت و ناجائز کہتے ہیں ورنہ ان کے متقدمین تو سرے سے ایصال ثواب سے بھی انکار کرتے تھے اور دلیل وہی پیش کرتے تھے جو معتزلہ پیش کرتے تھے مگر جب اہل سنت کے دلائل باہرہ کا جواب نہ ہو سکا تو عدم جواز کے لئے دوسرا پہلو نکالا کہی کہتے ہیں کہ کھانے پر فاتحہ پڑھنا ناجائز ہے اور کہی یہ کہ ہاتھ اٹھا کر فاتحہ پڑھ کر دعا کرنا کہی یہ کہ کھانا سے رکھنا کہی یہ کہ دن کی تخصیص کرنا غرض ایسی ہی باتیں پیش کر کے ایصال ثواب کو روکنا چاہتے ہیں۔



شیرینی اور کھانے وغیرہ پر فاتحہ دینے کا بیان!

بخاری و مسلم و دیگر محدثین حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک طویل حدیث روایت کرتے ہیں جس کا ایک ٹکڑا یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس مع ایک گروہ صحابہ کے جب پہنچے تو فرمایا اہلہمی یا سلیمہ ما عندک لک الحدیث یعنی لے ام سلیم جو ہتھارے پاس ہوں اور انہوں نے وہی روٹی جو حضرت انس کے ہاتھ حضور کی خدمت میں پہنچی تھی حضور کی خدمت میں پیش کر دی حضور کے ارشاد سے وہ روٹی توڑی گئی ام سلیم نے کپہ اسپر نچوڑ دیا جس میں کچھ روغن تھا وہ گویا ساکن ہو گیا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے الفاظ قسم دعا سے اسپر پڑھے یعنی جو خدا نے چاہا اس پر پڑھا اور دس دس آدمیوں کو بلا کر کہلانا شروع کیا غرض سب لوگ کھانا کھا کر آسودہ ہو گئے اور کل آدمی ستر یا تہی تھے۔ دوسری حدیث انہیں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صحیحین وغیرہ میں مروی ہے ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کھجور اور گھی اور پنیر کا لیدہ بنا کر ایک طشت میں رکھ کر حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیا کہ اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لیجاؤ اور عرض کرو کہ میری ماں نے بھیجا ہے اور سلام عرض کیا ہے اور یہ کہا ہے کہ یہ تھوڑی سی چیز میری طرف سے حضور کی خدمت میں حاضر ہے انہوں نے جا کر عرض کر دیا ارشاد فرمایا اسے رکھ دو پھر فرمایا انس جاؤ فلاں اور فلاں اور فلاں چند شخصوں کے نام لیکر فرمایا انہیں بلاؤ اور جو ہتھیں ملے اسے بلاؤ جن کو نافر دیکھا تھا انہیں اور جو ملا سے سب کو میں نے دعوت دیدی جب میں واپس ہوا تو دیکھتا ہوں گھر آدمیوں سے بھرا ہوا ہے حضرت انس سے پوچھا گیا کتنے آدمی ہونگے کہا کہ قریب تین سو کے ہیں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ اس ملیہ پر ہاتھ رکھا اور جو خدا نے چاہا اسپر پڑھا پھر دس دس شخصوں کو کھانے کے لئے بلایا اور فرمایا کہ اللہ کا نام لو اور اپنے قریب سے کھاؤ سب کھا کر آسودہ ہو گئے پھر ایک گروہ نکلا اور دوسرا داخل ہوا یہاں تک کہ سب نے کھایا حضور نے فرمایا کھانا اٹھاؤ میں نے اٹھایا میں نہیں جانتا کہ جب میں نے رکھا تھا اسوقت زیادہ تھا یا جب میں نے اٹھایا اسوقت زیادہ تھا۔ حدیث غزوة تبوک کی مشکوٰۃ میں بروایت مسلم مذکور ہے جب لوگ گرسنہ ہو گئے حضرت عمر نے دعا کرانی چاہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تب آپ نے دسترخوان بچھوایا اور نہر مایا لے آؤ جو کچھ کسی کے پاس کھانا بچا ہوا ہو تب کسی نے ایک مٹھی جواری کسی نے کھجور کسی نے ٹکڑا روٹی کا جس کے پاس جو کچھ بچا ہوا تھا لاکر ڈال دیا بہت ہی تھوڑا سا ذخیرہ جمع ہوا۔ پھر اپنے اس پر دعا فرمائی اور نہر مایا بھرو لے اپنے برتن پھر جس قدر شکر تھا سب نے اپنے تمام برتن جو ان کے پاس تھے بھرنے اور خوب کھایا اور پھر بھی کھانا بچ رہا۔ شارحین لکھتے ہیں کہ اسوقت لشکر میں ایک لاکھ آدمی موجود تھے

پس صحیح حدیث سے معلوم ہوا کہ لاکھ آدمی اس بات پر شہادت تھے کہ سامنے رکھے ہوئے کھانے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا مانگی باقی رہی یہ بات کہ حضرت نے وہ دعا مانگی جس کی آپ کو ضرورت تھی صاحب حاجت وہ دعا کرتا جو جو اس کو منظور ہے دعا ہونے میں دونوں برابر ہیں کیونکہ دعا کے معنی شرع میں السؤال من اللہ الکریم یعنی خدا سے کسی چیز کا سوال کرنا اور یہ دونوں صورتوں میں موجود ہیں۔ کتاب اور جنیدی مصنفہ طاعلی قاری اور صدائے الحرمین میں مرقوم ہے کہ ان الیوم الثالث من وفات ابراہیم بن محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام جاء ابو زر عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم وعند ثمرۃ یا بستہ ولبن الناقذ وخبز الشعیر ووضعها عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقرا النبی صلی اللہ علیہ وسلم سورۃ الفاتحہ مرۃً وسورۃ الاخلاص ثلاث مرات وقال اللهم صل علی محمد انت لها اهل وهو لها اهل فرغ ید یدہ ومسح وجہہ وامر باذنان یقیمہما وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثواب هذه الاطعمۃ لا بنی ابراہیم علیہ السلام یعنی حضرت ابراہیم صاحبزادہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وفات کے تیسرے دن حضرت ابو ذر خرمی اور اوثمانی کا دودھ اور جوگی روٹی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لیکر آئے اور حضور انور علیہ السلام کے سامنے رکھ دیا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُس پر سورۃ فاتحہ ایک بار اور سورۃ اخلاص تین بار پڑھا اور اللهم صل علی محمد انت لها اهل وهو لها اهل فرمایا اور آپ نے دونوں ہاتھوں کو اٹھایا اور چہرہ پر مسح کیا اور حضرت ابو ذر کو فرمایا کہ اس کو تقسیم کر دو اور یہ فرمایا کہ اے اللہ اس کھانے کا ثواب ہمارے بیٹے ابراہیم کو پہنچے۔ غرضیکہ احادیث فعلیہ اور قولیہ سے دعا مانگنا بجز عوام ثابت ہوا اہل انصاف کو چاہیے کہ سخن پروری کو چھوڑ کر ان دلائل پر خوب نامل فرماویں اور اتباع حق کریں ورنہ ایسا تو کریں کہ فاتحہ پڑھنے والوں کو صلوات نہ سنائیں۔

مرا بخیر تو امید نیست بدمر سال۔ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فتاویٰ عزیزیہ صفحہ ۵۵ مطبع مجتہبائی دہلی میں فرماتے ہیں: طعمائیکہ ثواب آل نبی حضرت اما بین نمایند و برآں فاتحہ و قیل و درود بخوانند تبرک میشود خوردن آن بسیار خوب است یعنی جس کھانے پر حضرت اما بین رضی اللہ عنہما کا نیا ز دیا گیا ہوا اور اس پر فاتحہ و درود قیل پڑھے گئے ہوں تو وہ تبرک ہو اور اس کا کھانا نہایت خوب ہو غرضیکہ اما بین کی نیا ز کا کھانا اور اس پر فاتحہ و درود پڑھنا شاہ صاحب متبرک اور بہت خوب بتاتے ہیں۔ یہ وہی نیا ز ہے جس کو غلطی سے مولوی ہمایعیل کہتے ہیں کہ یہی حضرت کے زمانے کے کفار کا کفر و مشرک تھا اور جو کوئی یہ معاملہ کرے وہ ابو جہل کے برابر مشرک ہے۔ دوسری جگہ شاہ صاحب فرماتے ہیں اگر ملیدہ و شیرینج برائے فاتحہ بزرگے بقصد ایصال و ثواب بروج ایشال پختہ بخوردند جائز است مضائقہ نیست، یعنی اگر ملیدہ اور دودھ چاول کسی بزرگ کی فاتحہ کے لئے ان کی بروج کے ایصال ثواب کے ارادہ سے پکا کر کھلائیں کچھ مضائقہ نہیں جائز ہے۔

مولانا شاہ ولی اللہ صاحب زیدۃ النضال کے صفحہ ۳۲ میں انکا فتویٰ ہے سائل نے سوال کیا تھا کہ ملیدہ یا شیرینج وغیرہ پر ولی اللہ کا نیا ز دینا درست ہو یا نہیں؟ اس کے جواب میں شاہ صاحب نے یہ لکھا کہ اگر ملیدہ و شیرینج بنا کر فاتحہ بزرگے بقصد ایصال ثواب بروج ایشال بخوردند و بخوردند مضائقہ نیست و طعام نذر اللہ غنیارا خوردن حلال نیست و اگر فاتحہ بنام بزرگے دادہ شد پس غنیارا ہم خوردن جائز است یعنی اگر ملیدہ اور کھیسر

اس لئے پکائیں کہ اسپر کسیکھا فاتحہ دیکر اس کا ثواب ان کی روح کو بخشیں اور لوگوں کو کہلائیں تو اس میں کچھ مضائقہ نہیں ہے اور نذر کا کھانا امیروں کو حلال نہیں ہاں اگر کسی بزرگ کے نام سے فاتحہ دیا گیا ہو تو اس کا کھانا امیروں کے لئے بھی جائز ہے یہی شاہ صاحب موصوف اپنی کتاب آنتباہ فی سلسل اولیاء اللہ میں فاتحہ کا حکم دیتے ہیں۔

عبارت یہ ہے پس وہ مرتبہ درود خواندہ ختم تمام کند و برقدے شیرینی بنام خواجگان چشت عموماً بخوانند و حاجت از خداے تعالیٰ سوال نمایند الی آخرہ پس دس مرتبہ درود شریف پڑھ کر ختم تمام کریں اور کسی قدر شیرینی پر فاتحہ تمام خواجگان چشت کی پڑھیں اور اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجت طلب کریں۔ مولانا عبداللہ گجراتی جو بہت بڑے عالم صالح متقی اور شاہ عبدالحق محدث دہلوی کے ہمعصر تھے اپنے وصیت نامہ میں لکھتے ہیں کہ "تخصیصات در اوضاع و تزکیب ماکولات و تعینات و مرقوات و لفاتحہ و نیاز ہائے بزرگان از رسوم صالحہ ہست یعنی فاتحہ و نیاز بزرگان دین میں مقامات کی تخصیص اور خاص آیات و سورتوں کی تعیین اور مختلف قسم دکھانوں کی ترکیب خاصیت کے ساتھ اچھی رسم ہی نیز فاتحہ و صدقہ و نذر نیاز کے متعلق شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی تحفہ اثنا عشریہ میں فرماتے ہیں کہ حضرت امیر و ذریعہ طاہرہ اور تمام امت بر مثال مریدان و مرشدان می پرستند و امور کو بنیہ را بایشان و البستہ می دانند و فاتحہ و درود و نذر بنام ایشان رائج و معمول گردیدہ چنانچہ جامع اولیاء اللہ تعالیٰ میں معاملہ ہست۔ یعنی حضرت مولانا علی اور ان کی اولاد کو ساری امت مریدوں پیروں کی طرح پوجتی ہے اور کارخانہ دنیا کا انہیں سے وابستہ جانتی ہے اور فاتحہ اور صدقات اور درود و منت ان کے نام رائج و معمول ہو گئی چنانچہ تمام اولیاء اللہ سے یہی معاملہ ہے۔ اب ایک عبارت مولوی اسماعیل کی بھی تو ملاحظہ فرمائیے جو صراط مستقیم میں لکھی ہے " نہ پندارند کہ نفع رسانیدن باموات باطعام و فاتحہ خوانی خوب نیست چہ این معنی بہتر و افضل " صراط مستقیم مطبع ضیائی صفحہ ۴۳ یعنی نہ سمجھے کہ مردوں کو کھانا کھلانے اور فاتحہ خوانی کے ذریعہ سے نفع پہنچانا اچھا نہیں ہے کیونکہ یہی بہتر و افضل ہیں اب تو اسماعیلی فاتحہ کے لئے بریکار جنگ نہ کریں گے ان کے امام نے بھی بہتر و افضل مان لیا۔

اور اسی صفحہ میں طعام اور قرآت کے اجتماع کو بہتر کہا حیت قال " ہر گاہ ایصال نفع بہیت منظور دار و موقوف بر اطعام نہ گذارد و اگر میسر باشد بہتر است و الا صرف ثواب سورۃ فاتحہ و اخلاص بہتر است و تا بہ است " دوسری جگہ اسی کتاب کے صفحہ ۴۳ میں لکھتے ہیں " پس در خوبی این قدر امر از امور مرسومہ فاتحہ با و اعراض و نذر و نیاز اموات شک و شبہ نیست " یہاں تو صاف نذر و نیاز اموات کا ذکر ہے جس کو تقویۃ الایمان میں شرک بتایا ہے اور اس کے کرنے والے کو ابوہل کے برابر مشرک ٹھیرایا ہے یہاں مولوی اسماعیل عرس کی خوبی میں شک و شبہ نہیں بتاتے تو فرمائیے اپنے حکم سے مومن رہے یا مشرک اور مشرک ہوتے تو فقط ابوہل کے برابر یا فرعون و ہامان کے برابر کیونکہ فقط نذر و نیاز کرنے سے ابوہل کے برابر مشرک بتا چکے اور یہاں نذر و نیاز کی ترغیب دے رہے ہیں اور اس کو خوب بتا رہے ہیں اور خوبی میں شک و شبہ لانے سے منع کر رہے ہیں تو تقویۃ الایمان کے لحاظ سے ابوہل سے کئی درجہ اور بڑھ گئے ابھی کیا ہی صراط مستقیم صفحہ ۱۲۲ مطبع ضیائی کی فصل دوم میں موافق تعلیم اپنے مرشد سید احمد صاحب کے لکھتے ہیں " اول طالب را باید کہ

با وضو و زانو بطور نماز بہ شہد و فاتحہ بنام اکابرین طریق یعنی حضرت خواجہ معین الدین سنجری و حضرت خواجہ
 قطب الدین بختیار کاکلی وغیرہا خواندہ التجا بجناب حضرت ایزد پاک بتوسط این بزرگان نماید و بہ نیاز تمام ذرا
 بسیار از بیار دعائے کثرت و کار خود کردہ ذکر و وضوئی شروع نماید یعنی پہلے طالب کو چاہتیہ کہ با وضو و زانو نماز
 کی طرح پر بیٹھے اور اس طریقہ کے اکابر یعنی حضرت خواجہ معین الدین سنجری اور حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکلی
 وغیرہما کے نام کی فاتحہ پڑھ کر درگاہ الہی میں ان بزرگوں کے وسیلہ سے التجا کرے اور انتہائی عجز و تیا ز اور کمال
 تضرع و زاری کے ساتھ اپنی حل مشکل کی دعا کر کے ذکر و وضوئی شروع کرے غرضیکہ مکان پاک میں رو قبیلہ
 ہو کر فاتحہ پڑھنا آداب کے ساتھ امام الطائفہ کے کلام سے ثابت ہو گیا اتنے ہی پرکتفا نہیں بلکہ یہ بھی تصحیح کا وضو
 و زانو نماز کے طریقہ پر بیٹھے ہی کہ تقویۃ الایمان میں ڈبل شکر لکھا ہے تقویۃ الایمان صفحہ ۴۴ میں لکھتے ہیں کہ
 آداب سے کھڑے ہونا اور اس کو پکارنا اور اس کا نام چننا انہیں کاموں میں سے ہے کہ اللہ صاحبے خاص اپنی
 تعظیم کے لئے ٹہرائے ہیں اور کسی سے یہ معاملہ کرنا شکر ہی جہاں ادب سے کھڑے ہونا شکر ہو و ماں با ادب و زانو
 اور وہ بھی نماز کی طرح بیٹھنا کس طرح شکر نہوگا۔ جامع الاوراد میں عامہ مسلمین کی فاتحہ کے متعلق ہے "اگر طعام
 فاتحہ کردہ بفقرا و دہالبستہ ثواب میرسد" یعنی اگر کوئی کھانے پر فاتحہ دیکر فقرا و مساکین کو تقسیم کر دے تو اس کا
 ثواب میت کو پہنچتا ہے اور اسی جامع الاوراد میں فاتحہ کی ترکیب یہ لکھی ہے "چوں قرآن ختم کند اول پنج آیت خواند
 دست برائے فاتحہ بردار دو ثواب ختم باروح ہر کہ خواہد لطیفیل آنحضرت بخت طر فتر یہ کہ خود امام الطائفہ میاں
 اسماعیل ہوسی اپنی تقریر ذیحہ میں وہاں یہ کو ذبح کر گئے لکھتے ہیں "اگر شخصے بزرے را خانہ پرورد کند تا گوشت او
 خوب شود و اور ذبح کردہ و پختہ فاتحہ حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ خواندہ بخوراند خللے نیست الحاصل
 حضرت شاہ ولی اللہ صاحب اور شاہ عبدالعزیز صاحب و دیگر علماء کی عبارات سے شیرینی اور کھانے پر
 فاتحہ پڑھنا بخوبی ثابت ہو گیا ہے۔ رہا فاتحہ اٹھا کر دعا کرنا تو یہ امر فی نفسہ ثابت ہے۔ حدیث میں دعا کے لئے ہاتھ
 اٹھانا آیا ہے اور علماء نے اسے آداب دعا سے قرار دیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اذ استلمت^{اللہ}
 فاستلوا ببطون اکتفک و لا تستلوا بظہر دھا۔ جب خدا سے سوال کرو تو ہاتھیلیوں کے پیٹ کو اوپر کر کے
 سوال کرو پشت دست کو اوپر کر کے سوال نہ کرو رواہ ابوداؤد و عن مالک بن بشار رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ دوسری
 حدیث ابوداؤد کی ابن عباس سے یہ ہے سلوا اللہ ببطون اکتفک فاذا فرغتم فامسوا برہا و جھک
 اس میں اتنا مضمون زیادہ فرمایا کہ فارغ ہو کر مونہہ پر ہاتھ پھیر لو۔ ترمذی نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے
 روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا رفع یدین فی الدعاء لم یطعمهما حتی یسبح بھا
 و یجھد دعائیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہاتھ اٹھاتے تو جب تک مونتھہ پر نہ پھیر لیتے نیچے نہ کرتے۔ ترمذی و
 ابوداؤد و بیہقی کی روایت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان
 ربکم کر لیو حتی یتسبحی من عبد اذا رفع یدین الیہ ان یردھا صغرا بشک منہا رب حیوا کم والایہ
 جب کوئی بندہ اسکی طرف ہاتھ اٹھاتا ہے تو خالی واپس کرنے سے حیا فرماتا ہے۔ بیہقی انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے
 راوی کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یرفع یدین فی الدعاء حتی یری بیاض الطیبین رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم دعا میں اتنا ماتھ اٹھاتے (یعنی احياناً) کہ نعل مبارک کی سپیدی دکھائی دیتی اور سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی کان لیجھل اصبعہما جلاء منکبہما ویدعوا دعا کرتے وقت حضور دو انگلیوں کو شانوں کے مقابل کر لیتے تھے اور سائب بن یزید سے راوی وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں ان النبی کان اذا دعا فرغ ید یدہ و مسح وجہہ بید یدہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دعا کرتے وقت ماتھ اٹھاتے تو دونوں ماتھ چہرہ مبارک پر پھیر لیتے۔ ابو داؤد نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی وہ فرماتے ہیں المسألة ان نرفخ ید یدک حد ومنکبک یک یعنی سوال کہنے اس کو ہیں ماتھ کو مونڈ ہے کے مقابل یا قریب انکے اٹھاتے جامع الصغیر میں جلال الدین سیوطی نے ایک حدیث نقل کی (حذ بیث) انذا کان اذا دعا جعل بطن کعبہ الی وجہہ یعنی جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دعا فرماتے تو ماتھ اٹھانے میں مٹھیلی ماتھ کی اپنے چہرہ مبارک کی طرف کرتے تھے اور آپ کا حکم بھی یہی تھا کہ جب تم دعا کرو تو ماتھ اٹھا کر مٹھیلی پھیل کر دعا کرو پس جبکہ دعائیں ماتھ اٹھانا حضور کا فعل ہے اور اس طرح دعا کرنے میں امیرا جاہت ہے کہ اللہ اس طرح دعا کر نیو الیکو خالی ماتھ پھیرنے سے حیا فرماتا ہے تو ایصال ثواب کے وقت جو دعا کی جائے گی اسے بھی ماتھ اٹھا کر کریں اور یہ کہیں کہ الہی اس کا ثواب فلاں وفلاں اور جمیع مومنین ومومنات کو پہنچا دے مگر جو ایصال ثواب نہیں کرنا چاہتے وہ شاید اس وجہ سے ماتھ اٹھانے کو منع کرتے ہوں گے کہ کہیں دعوات قبول نہ ہو جائے اور ثواب پہنچ جائے کہ انہیں یہ کب منظور ہے ایسا ہوتا تو اتج بیج سے اسے ناجائز کیوں کہتے یونہی کھانا سامنے رکھنا مانعت کی وجہ نہیں ہو سکتی اگر یہ کوئی ناجائز امر ہوتا تو کھانے کے وقت سامنے کیوں رکھا جاتا مگر یہ تو وہ کہہ سکتا ہے کہ دامنہ باتیں پیچھے رکھ کر ایصال کرنا ہوا اور جو مطلق ایصال ثواب کرتا بھی نہ تو سوا اس کے کیا کہا جاسکتا ہے کہ ایصال ثواب سے روکنے کا یہ ایک حیلہ ہے۔ اور بلا دلیل شرعی ایسی مہمل باتیں قابل سماعت نہیں غرض کہ احادیث فعلیہ وقولیہ ہر طرح سے رفع یدین عند الدعاء اور دعائیں کھانا۔ حضور طام ثابت ہوا اگر کوئی معترض یہ کہے کہ عبادت بدنی مثلاً قرأت قرآن اور عبادت مالی مثلاً صدقہ کا الگ الگ کرنا جائز ہے لیکن دونوں کا جمع کرنا جائز نہیں تو ہم کہیں گے کہ جب صدقہ اور قرآن دونوں چیزوں کا ثواب جدا جدا پہنچ سکتا ہے جیسا کہ احادیث اور کتب معتبرہ فقہ سے ثابت ہے عبارات پہلے گذر چکی ہیں تو اگر یہ دونوں کا ایک وقت میں کئے جائیں تو ناجوازی کی کیا وجہ ہے کیا اس وقت قرآن پڑھنا ناجائز ہے یا صدقہ دینا ناجائز ہے اور جب دونوں جائز تو ایک ساتھ بھی جائز اگر عبادت مالی اور بدنی کے جمع کرنے میں کوئی آیت یا حدیث مانعت میں آئی ہو تو منع کرو ورنہ تم کو سکوت چاہیے حالانکہ ہم دعویٰ کرتے ہیں کہ کوئی حدیث یا آیت مانعت جمع بین العبادتین میں نہیں آئی اگر انی ہو پیش کر دھا تو ابرہا نکم ان کذتم صا د قین۔

امام حجتہ الاسلام محمد غزالی قدس سرہ العالی در احیاء علوم فرما بیٹے اذا لم یجور الا احاد فمن ابن یحرم المجموع وہم والست ان افراد المباحات اذا جمعت کما ان ذلک المجموع مباحاً کتاب التجنیس والمنزید مؤلفہ امام برہان الدین مرغنیانی صاحب ہدایہ میں جو روی ان علیا رضی اللہ تعالیٰ عنہ لصدق بخاتمہ وھو فی الرکوع فمدحہ اللہ تعالیٰ بقولہ یوتون الزکوٰۃ

وہم را کہون یہ روایت تفسیر معالم و مدارک و میضای و رازی وغیرہ میں بھی وارد ہے لکھتے ہیں کہ ظہر کے وقت ایک آدمی نے سوال کیا مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں جب اس کو کچھ نہ ملا اس نے ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا کر کہا کہ اے اللہ تو گواہ رہتیے کہ میں نے مسجد نبوی میں سوال کیا اور کچھ بھی کسی نے نہ دیا حضرت علی کرم اللہ وجہہ حالت رکوع میں تھے آپ نے اپنے داہنے ہاتھ کی انگلی خنصر جبیں الگوٹھی تھی مائل کی طرف کر دی اُس نے آگے بڑھ کر انگوٹھی انگشت علی کرم اللہ وجہہ سے نکال لی انتہی۔ اب دیکھئے صدقہ ایک عبادت مالی ہے اور نماز عبادت بدنی اور اللہ جل شانہ نے اس جمع بین العبادتین کرنے پر سورۃ مادہ میں تعریف فرمائی اور امام ابوالبرکات بسفی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر مدارک میں اس مقام پر فرماتے ہیں کہ یہاں نشان نزول فعل ایک کا ہے پھر صیغہ جمع کیوں فرمایا جواب دیا کہ اس میں رغبت دلائی سب آدمیوں کو کہ یہ ثواب کچھ ایک کے لئے نہیں جو کوئی اس طرح کرے گا ان سب کو ایسا ہی ثواب ملیگا اور لکھا مدارک میں واکالیتہ تدل علی جواز الصدقات فی الصلوۃ یعنی آیت سے معلوم ہوا کہ صدقہ دینا نماز میں جائز ہے بناؤ علیہ جمع کر دینا عبادت بدنی و مالی کا لفظ کتاب اللہ سے جائز بلکہ قابل مدح و ثنا معلوم ہوا۔ دارمی محدث نے کتاب الاضاحی میں روایت کی ہے جابر بن عبد اللہ سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو میٹھ سے قربانی کئے جب ان کو ذبح کے لئے قبلہ رو لٹایا تب آپ نے یوں پڑھا اِنِّی وَجَّهْتُ وَجْهَیْ لِلذِّیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ حَنِیْفًا وَاَنَا مِنَ الْمَشْرُکِیْنَ اِن صَلَّیْتُ وَاَسْکٰی وَحَیَّیْتُ وَهَمَّ اِنِّیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ کَاشْرِکٍ لَّہٗ وَاِنَّا اَوَّلُ الْمَسْلُوْمِیْنَ اَللّٰهُمَّ اِن هٰذَا مِنْکَ وَاَنْتَ عِنْدَ عَلَمٍ وَاَمْتًا تَسْمٰی اللّٰہُ وَاَنْتَ کَبْرٌ وَاَنْتَ اَوَّلُ حَضْرَتٍ نَعُوْا بِہِمْ پڑھیں پھر فرمایا یا اللہ یہ قربانی تیرے فضل و کرم سے ہے اور تیری ہی رضامندی کے لئے جو محمد و اس کی امت کی طرف سے پھر آپ نے بسم اللہ واللہ اکبر فرما کر ان کو ذبح کیا اور سلم کی حدیث میں دعا مانگنا ایک دوسرے موقع قربانی میں اس طرح بھی آیا ہے اللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنْ عَجَلٍ وَاَلْ عَجَلِ وَاَمْتًا عَجَلٍ اِسْ کُوْغُوْرَسَ دِیْکَہُ یَہِ کِیَاہِ وَہِیْ عِبَادَتِ بَدَنِیْ وَہِیْ اَجْتِمَاعِہِیْ وَہِیْ اَرْطَابِہِیْ کَہِ دُوْ قَسْمِ کِیْ عِبَادَتِ کَرْنِہِیْ وَہِیْ اَیْ قِسْمِ کِیْ عِبَادَتِ کَرْنِہِیْ وَہِیْ اَیْ قِسْمِ کِیْ عِبَادَتِ کَرْنِہِیْ ہوں گے اور کیونکر منع ہو جمع بین العبادتین حق سبحانہ فرماتا ہے فَاَسْتَدْبِقُوْا الْخَیْرَاتِ یعنی سبقت چاہو نیکیوں اور تفسیر روح البیان میں ہے وَالْمَزَادُ جَمِیْعُ الْاَنْوَاعِ الْحَسَنِیِّہِ اَوْ اِلَیْسَاہِیْ تَفْسِیْرٌ عَزِیْزِیْ مِیْنِہِیْ مَعْلُوْمٌ ہُوَا کہ ہر قسم کی عبادت و خیرات بدنی و مالی جس کسی سے جس قدر ہو سکے سب مامور ہوں شرعاً ۛ

مُغَالَطَہ

بعض متکرمین ایصال ثواب عدم جواز کی یہ علت بیان کرتے ہیں کہ یہ نذر نیازیں بایں ہیئت کذاتی قرون ثلثہ میں پائی نہیں گئیں اور جن کا حدوث بعد قرون ثلثہ کے ہو وہ بدعت ہے اور واجب ہے ترک کرنا اس کا۔ جواب اس کا یہ ہے کہ ایصال ثواب ایک مفہوم کلی نوعی یا جسنی کہنا چاہیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے لیکر اب تک برابر پایا جاتا ہے اس میں ذرا تغیر و تبدل نہیں اور طریق ایصال ثواب جس کو ہیئت کذاتی کیسے تفسیر کیا گیا ہے یہ اس کے افسراد ہیں اور افراد اور اشخاص کے متحد اور ایک ساتھ ہونا از قبیلہ محالات ہے

پس قرونِ ثلثہ میں جو صورتیں ثوابِ رسائی کی تھیں باعتبار اپنے تعین اور شخص کے وہ اور افراد ہیں اور بعد قرونِ ثلثہ جو ذرا ع ثوابِ رسائی کے ہیں باعتبار اپنے تعین اور شخص کے ان کے مغائر دوسرے افراد ہیں پس مستدل کا یہ کہنا کہ یہ نذر نیازیں پائیں ہیئت کذائی قرونِ ثلثہ میں نہ تھیں اور بن کا حدوث بعد قرونِ ثلثہ کے ہو وہ بدعت واجبہ ترک ہے یہ حقیقہ لوگوں کو بہکانا اور دہوکہ دیکر اس کا تفسیر سے ان کو باز رکھنا اور اپنے کو مناع الحیجر قرار دینا ہے اور آپ کو معلوم ہے کہ ان نذر و نیازیوں اور فاتحہ کے کرنے کا طریقہ کیا ہے جس عالم جاہل عوام خواص سے پوچھے سو یہی کہہ گا کہ بروقت نیاز کے یہ کہتے ہیں کہ خداوند اس ماحضر کا ثواب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہا شہدا کرے یا فلاں بزرگ یا عزیز کو پہنچا اس بیان سے یہ ظاہر ہے کہ تیا ز دینے والا ماحضر کا ثواب پہنچا تا ہے نہ کہ نفس ماحضر کو اور ثواب کا پہنچانا اس بات پر موقوف ہے کہ یہ ماحضر اول خدا کی نذر کی جاتی ہو اور اس کے صلہ میں خدا کی طرف سے جو اس کو ثواب ملتا ہو اسکی نسبت خدا سے یہ درخواست ہوتی ہے کہ خداوند اس شخص میں جو تو نے مجھ کو ثواب عطا کیا ہے تو یہ ثواب میری طرف سے فلاں شخص کو پہنچا پس وہ شیء جو خدا کی نذر کی گئی اور صرف اس کا ثواب کسی بزرگ یا عزیز کو پہنچا گیا وہ شیء منذر خدا کس طرح حرام ہوگی ان نذر و منذر خدا کو حرام کہتے تو جتنی قربانیاں جو خدا کی نذر کی جاتی ہیں وہ سب حرام ہوتیں مگر جتنے حرام کہنے والے ہیں اس کو ٹیڑھی رحمت سے کھاتے ہیں کسی کی زبان سے یہ نہیں نکلتا کہ ہم حرام کھا رہے ہیں الحاصل یہ نذر نیازیں جو خدا کے واسطے ہوتی ہیں اور ان کا ثواب بزرگوں اور عزیزوں کو پہنچا کر ان کی روح کو خوش کیا جاتا ہے اور اللہ کی طرف سے ان پر نزول رحمت کا ہونا ہے پس یہ ثواب رسائی جس کا ثبوت شرعی حدیثوں سے ہے اس کو آپ شرک و بدعت کہہ کے لوگوں کو نفرت دلاتے ہیں اور اس کا زخیر کو بند کرنا چاہتے ہیں جن کو ثواب پہنچا یا جاتا ہے ان کو ثواب سے محروم کرتے ہیں اس ثواب کے پہنچانے سے رو میں خوش ہوتی تھیں ان پر نزول رحمت کا ہونا تھا تو اب پہنچانے والا سختی ثواب کا ہوتا تھا اس حیلہ سے غرابا مساکین کا پیٹ بھرتا تھا ان سب کی آپ نے ریزہ مار دی قیامت کے دن یہ سب آپ کا دامن پکڑا کہہ کر ایک خدا کے سامنے فریادی ہونگے ہوقت آپ کی کیا گت ہوگی

مزارات پر جمع ہو کر قرآن خوانی کا بیان

ملا علی قاری علامہ جلال الدین سیوطی قاضی شامی ثناء اللہ پانی پتی رحمہم اللہ سب لکھتے ہیں روی عن سفیان قال کان الانصار اذا مات لهم المیت اختلفوا الی قبره ویقرؤن القرآن حضرت سفیان سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ انصار کا دستور تھا جب ان کے خویش و اقارب میں سے کسی کا انتقال ہوتا تو وہ اسکی قبر پر جاتے اور قرآن پڑھتے تھے علامہ عینی شرح ہدایہ کے باب الحج عن الغیر میں لکھتے ہیں ان المسلمین یجتمعون فی کل عصر و زمان ویقرؤن القرآن ویهدون ثوابہم لموتاہم و علی هذا اھل الصلاۃ والدیناۃ من کل مذهب من المالکیۃ و الشافعیۃ و غیرہم ولا ینکر ذلک منکر فکان اجماعاً اس سے واضح ہے کہ ہر زمانہ میں مسلمان جمع ہو کر قرآن شریف پڑھ کر اس کا ثواب اپنے موتی کو

بخشتے ہیں اسپر کل مذہب کا اتفاق ہے اس کا کوئی انکار نہیں کرتا اور اس قسم کی ثواب رسائی پر سب کا اجماع ہے اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے قراءۃ القرآن عند القبور عند محمد رحمہ اللہ لا تکرک و مشائخنا رحمہم اللہ اخذوا بقولہ وھل ینتفع والمختار انہ ینتفع کذا فی المضمحلات یعنی قرآن پڑھنا قبروں پر امام محمد کے نزدیک مکروہ نہیں ہے اور ہمارے مشائخ نے اسی کے قول کو لیا ہے اور مردہ نفع پاتا ہے قرآن خوانی سے یا نہیں مختار یہ ہے کہ نفع پہنچتا ہے اور فتح القدیر میں ہے واختلف فی اجلاس القارئین لبقراءۃ عند القبور والمختار عدم الکراہۃ اور فتح القدیر میں ہے کہ علماء کا اختلاف ہے قاریوں کے ٹھکانے میں تاکہ قرآن پڑھیں قبر پر مختار یہ ہے کہ مکروہ نہیں تمام ہوا کلام فتح القدیر فتاویٰ عالمگیریہ میں جو ہر وہیروہ سے نقل کیا ہے ویتحب اذا دفن المیت ان یجلسوا ساعة عند القبور بعد الا نفاذ بقدر ما یبخر جزوہ و یقسم لھما ینلون الغزان و یدعون للمیت اور در مختار میں ہے و یتحب جلوس ساعة بعد دفنہ لدعاء وقراءۃ بقدر ما یبخر الجزوہ و یفرق لھما معنی دونوں عبارتوں کے یہ ہونے کے مستحب ہے بعد دفن میت اس قدر بیٹھنا کہ اونٹ نچ ہو کر اس کا گوشت تقسیم ہو جاوے پڑھتے رہیں قرآن اور دعا کریں میت کے لئے انتہی اور مسلم رکھا اس حکم کو شامی نے ردالمحتار میں اور نقل کی اسپر دو حدیثیں ایک سن ابی داؤد سے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ جب فارغ ہوتے دفن میت سے ٹھرتے اسکی قبر پر اور فرماتے کہ مغفرت مانگو اپنے بھائی کی اور دعا کرو کہ اللہ اس کو ثابہت قدم رکھے جواب دہی میں کیونکہ اب اس سے منکر نکیر کا سوال ہوگا۔

دوسری حدیث فقہ شامی نے نقل کی ہے جو فصل سوم باب دفن المیت مشکوٰۃ شریف میں بحوالہ مسلم موجود ہے جب کا خلاصہ یہ ہے عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جانکنی کے وقت اپنے بیٹے کو وصیت کی تھی کہ جب میں مر جاؤں میرے جنازہ کے ساتھ نہ آگ لیجانا نہ کسی رونے والی کو لیجانا اور جب مجھ کو دفن کر چکے پھر مجھ پر مٹی ڈال کر میری قبر کے گرد اتنی دیر بٹھیرے رہنا جتنی دیر میں اونٹ کو ذبح کر کے اس کا گوشت تقسیم کیا جاوے تاکہ مجھ کو تمہاری وجہ سے تسلی رہے اور میں جان لوں کہ میرے خدا کے بھیجے ہوئے فرشتوں سے میں کس طرح نبیقا ہوں اسی بنا پر فقہا تحریر فرماتے ہیں کہ قبر کے اندر آگ کی پکی ہوئی چیز جیسے پختہ اینٹ یا پختہ برتن یا چونہ یا قلعی استعمال میں نہ لایا جاوے نہ جنازہ کے ساتھ آگ یا حقہ لیجاوے جو لوگ قرآن خوانی کو منع کرتے ہیں دو ایک علماء کی عبارتیں پیش کرتے ہیں اور اس کو نہایت مستحکم جانکر اپنی کتابوں میں درج کرتے ہیں پہلی سند مانعین کی یہ ہے کہ شیخ شرح سفر السعادت میں کہتے ہیں کہ عادت نبوی نبود کہ برائے میت جمع شود و قرآن خوانند و خستات خوانند نہ بر سر گور و نہ غیر آں و ایں مجموع بدعت است یعنی عادت نبوی نہیں تھی کہ میت کے لئے غیر وقت نماز میں جمع ہوں اور قرآن پڑھیں اور محرم کریں نہ قبر پر نہ کہیں اور یہ سب بدعت اور مکروہ ہے یہ مانعین کی خیانت ہے آدمی عبارت نقل کردی اور آدمی چھوڑ دی شیخ شرح سفر السعادت میں اس عبارت کے بعد فرماتے ہیں شیخ ابن ہمام در شرح ہدایہ گفتہ کہ اختلاف کردہ اندر نشانندن قاریان تا بخوانند نزد قبر و مختار عدم کراہت است در شرح سفر السعادت صفحہ ۳۵۲ یعنی قرآن خوانی کے لئے قاریوں کو قبر کے پاس بٹھانے میں اختلاف ہے اور مختار عدم کراہت ہے جواب کہاں گئی وہ کراہت آدمی عبارت نقل کی اور آدمی چھوڑی دین میں یہ خیانت اور چھوڑی بھی وہ جس میں

مذہب صحیح اور راجح کا بیان تھا ایسی قطع و بریکر و توجہ چاہو کتابوں کی طرف نسبت کر کے جاہلوں کو دہوکہ دیکھتے ہوں نیز یہی شیخ اشعۃ اللمعات صفحہ ۱۰۰ میں فرماتے ہیں: "و مختار آئنت کہ خواندن قرآن بر سر قبر مکر وہ نیست خلافاً لبعض کذا قال اشعۃ الابن الہام یعنی مختار مذہب یہ ہے کہ قرآن کا پڑھنا قبر پر مکر وہ نہیں ہے بخلاف بعض کے ایسا ہی ابن ہمام نے فرمایا اور مولوی سہتی صاحب نے مائتہ مسائل کے جواب سوال ہشتاد و سوم میں لکھا ہے: "حافظاں را برائے قرآنہ نشانند نزد قبر در این مسئلہ علماء را اختلاف است مختار ہمیں است کہ جائز است بشرطیکہ باواز بلند جمع مشرف قرأت نہ کنند یعنی حافظوں کو قرآن خوانی کے لئے قبور کے پاس بٹھانا مختلف فیہ ہو لیکن مختار یہی ہے کہ جائز ہے بشرطیکہ باواز بلند جمع ہو کر نہ پڑھیں پس اگرچہ صاحب سفر السعادت نے مستدل کے نزدیک قرآن خوانی کو مکروہ و بدعت لکھا ہے لیکن کلام امام محمد و احمد بن حنبل اور کتب فتاویٰ اور مولوی سہتی صاحب نے بجوابی ثابت ہو گیا کہ قبر پر قرآن پڑھنا مکروہ نہیں نہ جمع ہو کر نہ علیحدہ علیحدہ اور میت کو اس سے نفع ہوتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم نہ کرنے سے منع اور اگر بہت لازم نہیں آتی اس لئے کہ آپ بہت اذکار جہاد وغیرہ اور اصلاح امت اور تعلیم و آموزش مسلمانوں میں مصروف رہتے تھے اسقدر فرصت کہاں پاتے اور یہ بھی ہے کہ آپ کی ایک دعا اور صرف نماز جنازہ پڑھ دینا ہمارے ختمات قرآن اور اجتماع اذکار سے نہایت افضل اور کامل ہوتا تھا اور بعد آپ کے انصار نے امتوات پر قرآن پڑھنا شروع کر دیا اور انکے بعد تمام امت میں رائج ہو گیا۔ دوسری سند مانعین کی یہ ہے کہ وہ اپنے رسائل میں نصاب الاحتساب کی عبارت نقل کرتے ہیں: "آن حکم القرآن جہراً وسیماً فی الفارسیۃ سید پارہ خواندن مکروہ انتہی" جواب اس کا یہ ہے کہ نماز کے اندر قرأت امام کی سننا اور اس وقت چپ ہو جانا تو بالاتفاق فرض ہے لیکن اگر خارج نماز کے کسی مقام پر قرآن پڑھا جاتا ہو اسکی استماع میں اور سامعین کے خاموش ہو جانے میں اختلاف ہے بعضہ اسمیں بھی فرض کہتے ہیں اور بعضہ مستحب جو علماء مستحب کہتے ہیں ان کے نزدیک کچھ مضائقہ نہیں کہ لوگ جمع ہو کر قرآن پڑھیں بلند آواز سے اور جو فرض کہتے ہیں ان کے نزدیک جائز نہیں فتاویٰ قدینہ میں ہے بکروہ للقوم ان یقرؤوا القرآن جملةً لتضمنہا ترک الکاستماع و کلا نصبات الہام و دہما کذا فی فتاویٰ ابی الفصل الکومانی و قبیلہ لا باس بہ کذا روی عن عین الائمة الکرباسی و عن نجھ الائمة الحکیمیہ یہ دونوں روایتیں جواز و عدم جواز کی جلی نے شرح منیہ میں اور دوسرے فقہانے بھی روایت کی ہیں ان روایتوں سے دو فائدے پیدا ہوئے ایک تو یہ کہ جو لوگ علماء و سلف میں منع کرتے ہیں انہوں نے یہ دلیل قائم نہیں فرمائی جو اس زمانہ کے مانعین قائم کرتے ہیں کہ حضرت کے وقت میں جمع ہو کر قرآن نہیں پڑھا گیا ہوا وسط منع ہے بلکہ یہ دلیل بیان کی ہے کہ جب سب پکار کر پڑھیں گے تو قرآن شریف کا سننا جو فرض ہے وہ ترک ہو گا دوسرا فائدہ یہ ہے کہ جن عالموں نے منع کیا انہوں نے جہر سے پڑھنے کو منع کیا ہے چنانچہ صاحب نصاب لاصتاً کی عبارت میں جس کو مانعین مسند لاتے ہیں لفظ جہر صریح موجود ہے پھر یہ صاحب علی العموم حکم قرآن کو کیوں منع کرتے ہیں صاحب خزائنہ الروایات نے کتاب مفید المستفید سے یہ فیصلہ نقل کیا ہے بدیں عبارت: "دوسرا سید پارہ خواندن اختلاف است اگر خوانند چنان خوانند کہ یکدیگر نشنوائند اور مولوی سہتی صاحب کی عبارت گزر چکی ہے خلاصہ یہ ہے کہ جمع ہو کر آہستہ اگر قرآن پڑھیں خواہ قبر پر خواہ غیر قبر پر کیسی کے نزدیک منع نہیں دیکھو جمع ہو کر

پڑھنا قرآن کا صحیح حدیث میں وارد ہے مسلم نے روایت کیا ہے کہ جس گھر میں لوگ اسلئے جمع ہوں کہ تلاوت کریں کلام اللہ کی اور پڑھیں آپس میں اترتا ہے ان کے دلوں میں آرام و قرار و طمانیت اور سب طرف سے لے لیتی ہے ان کو رحمت اور گرد اگر دان کے پہرتے ہیں فرشتے دیکھو یہ کس قدر فضیلت عظمیٰ ہے علاوہ بریں قاضی ثنار اللہ رحمۃ اللہ علیہ تذکرہ الموتی صفحہ ۳۹ میں فرماتے ہیں حافظ شمس الدین ابن عبدالواجد گفتہ از قدیم در ہر شہر مسلمانان جمع می شوند و برائے اموات قرآن میخوانند پس اجتماع شدہ و خلال از شعیبی روایت کردہ بودند کہ انصار وقتیکہ کسے می مردانہا بسوئے قبر اومی رفتند و برائے او قرآن میخوانند ترجمہ۔ حافظ شمس الدین ابن عبدالواجد نے کہا کہ قدیم سے ہر شہر میں مسلمان جمع ہوتے ہیں اور اموات کے لئے قرآن شریف پڑھتے ہیں پس اسپہ اجماع ہو گیا اور خلال نے شعیبی سے روایت کی کہ انصار میں سے جب کوئی آدمی مر جاتا تھا تو وہ کسی قبر کی طرف جاتے تھے اور اس کے لئے قرآن شریف پڑھتے تھے یہ ہیں وہ قاضی صاحب جنہیں بعض نے منکرین میں سے سمیٹی وقت کہا ہے ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ مزار پر جمع ہو کر قرآن پڑھنا جائز ہے اور مذہب مختار یہی ہے +

فاتحہ مرتبہ سوم جہلم ربی عرس وغیرہ کا بیان

شرح برنخ وغیرہ میں ہے اخرج النس بن مالك قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اللبلة الا دلى عسيرة على الميتم فتصد قواعنه وينبغى ان يواظب على الصدقة للميتم سبعة ايام وقيل اربعون روایت ہے انس بن مالک سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ پہلی رات سخت ہے میتم پر پس خیرات کرو واسطے اسکے اور چاہیے کہ سات دن تک ہمیشہ صدقہ دیا جاوے میتم کی طرف سے اور بعضوں نے کہا کہ چالیس دن تک اس لئے کہ ان دنوں میں میتم کا میلان اپنے گھر کی طرف ہوتا ہے فتاویٰ غائب میں ہے دستخب ان يتصدق عن الميتم الى ثلثة ايام وان زاد عليه فهو افضل یعنی مستحب ہے کہ صدقہ دیا جاوے میتم کی طرف سے تین دن اور بعضوں نے کہا ہے سات دن تک اور بعضوں نے چالیس دن تک یہ روایتیں خزانة الروایا اور شرح برنخ وغیرہ میں ہیں اور شاہ عبدالعزیز صاحب نے بھی لکھا ہے تفسیر عزیزی میں کہ موت کے بعد اپنے اہل خانہ کی طرف لگاؤ باقی رہتا ہے زندوں کی مدد مردوں کو خوب پہنچتی ہے اور وہ امیدوار رہتے ہیں صدقات اقربا وغیرہ کے۔ مدارج النبوة میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ۷۰ روز سوم بجائے اہل عوارفتن و دعائے خیر کردن و طعام فرستادن سنت است از انکہ حضرت رحمتہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہر روز سوم بجائے آل جعفر بن ابی طالب تشریف بردو فرزند ان جعفر را دلاری نمود و دعائے خیر کرد مرایشان را و طعام فرستاد انتہی ۷۰ ترجمہ۔ مدارج النبوة میں ہے کہ تیسرے دن ماتم والوں کے گھر میں جانا اور دعائے خیر کرنا اور کھانا بھیجنا سنت ہے اس سبب سے کہ حضرت رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم تیجہ کے

دن آل جعفر ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر تشریف لیگئے اور حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادوں کی دلداری کی اور دعائے خیر خاص ان کے لئے فرمائی اور کھانا بھیجی اس سے یہ ثابت ہوا کہ تیجہ کے روز اہل میت کے گھر کھانا بھیجا اور دعائے خیر کرنا سنت ہے تفسیر عنزی میں سورۃ اذا السمار النشفت کی تفسیر میں والقسم اذا التسق کے نیچے مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس طرح تحریر فرماتے ہیں مدد زندگان بردگان دریں حالت زود میرسد و مردگان منتظر لحوق مدد از ایں طرف میباشند و چنان گمان بردند کہ ہنوز زندہ ہم ولہذا حدیث شریف در احوال قبر وارد است کہ مردہ مسلمان در انجامی گوید و دعویٰ اصلی یعنی بگذاردید مرا تا نماز خوانیم و نیز وارد است کہ مردہ دلائل حالت ماتہ غریق است کہ انتظار فریاد رسی می برد و صدقات و ادعیہ و فاتحہ دریں وقت بسیار بجا می آید و ازین مست کہ طوائف بنی آدم تا یکسال و علی الخصوص تا یک چلہ بعد موت دریں نفع امداد و کوشش تمام نمایند الی آخرہ (تفسیر فتح العزیز پارہ ۴ عم سورۃ اذا السمار النشفت) ترجمہ - اس حالت میں مردوں کو زندگی مدد بہت جلد پہنچی ہے۔ اور مردے اس طرف سے مدد پہنچنے کے منتظر رہتے ہیں۔ ان کو گمان ہوتا ہے کہ ہم زندہ ہیں۔ اسی لئے حدیث شریف میں احوال قبر میں وارد ہے کہ مسلمان آدمی و ماں و نیکوین سے کہتا ہے۔ مجھ چھوڑو میں نماز پڑھوں گا اور یہ بھی وارد ہے کہ مردہ اس حالت میں ڈوبنے کی مثل فریاد رسی کا منتظر ہوتا ہے۔ اور صدقے دعائیں فاتحہ اس وقت اس کے بہت کام آتی ہیں۔ یہی باعث ہے کہ بنی آدم کے گروہ ایک سال تک اور خاص کر چالیس روز تک موت کے بعد ایں نفع کی امداد کے اندر پوری کوشش کرتے ہیں۔ اس عبارت شاہ صاحب سے تجرؤسویں و بیسویں اور چالیسویں اور سہ ماہی اور ششماہی و ہر سی سب کا ثبوت کامل نکل آیا جس کا دل چاہے تفسیر عنزی فارسی نکال کر دیکھ لے۔ یہ مضمون مع بعض مضامین زائد نہیں پاویگا۔ ارباب انصاف خیال فرمادیں کہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آیام مردہ کی امداد وغیرہ کے لئے کیا علت صحیح شرعی پیدائی کہ مردہ کا دل ان آیام میں کچھ ادھر ہوتا ہے کچھ ادھر اور زندوں کی مدد ان آیام میں جلدی پہنچی ہے پھر اس علت صحیحہ پر مشرب کیا یہ حکم کہ اس سبب سے یہ بات کہ آدمی اپنے اموات کو ایک برس تک اور خاص کر ایک چلہ تک مدد کرتے ہیں دیکھتے برس دن تک کی امداد میں یہ رسیں سب مردہ اہل اسلام یعنی سوئم و ہم چیلہ بستم ششماہی سالینہ سب داخل ہیں پھر شاہ صاحب نے اس رولج اسلام کو رد نہیں کیا بلکہ اسکی تصدیق فرمائی۔ یعنی اپنے مدعا پر اس امر وجہ کو دلیل لائے پس بطور دلیل لانا شاہ صاحب کا اس امر معین مقرر و واجبی کو اور نہ رد کرنا اس کو کسی وجہ سے دلیل صحیح اسپر ہے کہ یہ فعل جو عام طور پر طوائف بنی آدم میں رائج ہے حق اور صحیح ہے۔

وارثان میت کی تعزیت کے واسطے شرع شریف میں تین روز مقرر کئے گئے ہیں چنانچہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے
 ولا یاس کاہل المصیبة ان یجلسوا فی البیت او فی مصیبتہ ثلاثۃ ایام والناس یا توہنہم ویعجزونہم
 یعنی کچھ مضائقہ نہیں مصیبت زدوں کو بیٹھنا گھر میں یا مسجد میں تین روز تک اسپس آدمی آویں گے ان کے پاس اور تسلی اور تشفی دینگے اہل ماتم کو انتہی۔ تیسرے دن کے معین کرنے میں یہ بھی مصلحت سمجھی گئی کہ ان آیام میں آمد رفت اہل تعزیت کی رہتی ہے لوگوں کے بلانے اور جمع کرنے میں چنداں مشقت نہوگی اجتماع مومنین سہولت سے ممکن ہوگا اور یہ بھی ہے کہ جو قرب جوار کے مواضع و قصبات میں ان کے اقربا و دوست آشنا رہنے والے ہیں

بعد وصول خبر وہ بھی اکثر شریک امداد فاتحہ و ختم قرآن و کلمہ طیبہ کے ہو جاویں گے پس تعیین نیسرے دن کی مبنی اس
مصاحت پر ہے اور تعیین کچھ ہماری مقرر کی ہوئی نہیں بلکہ ترمیم الایام سے علماء دین اور مفتیان شرع متین کی
قراردی ہوئی ہے جیسا کہ ملا علی قاری اور سیوطی اور علامہ عینی وغیرہم کے کلام سے ہم ثابت کر چکے ہیں کہ جمع مذہب
کے علماء و صلحا کل شہروں میں کل زمانوں میں جمع ہو کر ختم قرآن کرتے رہے ہیں اس پر اجماع امت سے باقی جو
بیہودہ باتیں لوگوں نے نکالی ہیں مثلاً اس میں شادی کے سے تکلف کرنا عمدہ عمدہ فرس بچھانا یہ باتیں جیسا ہیں
چنانچہ شیخ عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام شرح سفر السعادت میں صاف اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے ۷۷ اما اس
اجتماع مخصوص روز سیوم وارکتاب تکلفات دیگر و صرف اموال بے وصیت از حق تیا می بدعت است و حرام انتہی
نیز اپنے ترجمہ فارسی مشکوٰۃ باب البکار عن المیت میں لکھتے ہیں ۷۸ "باک نیست پوشستن تا سر روز در خانہ یاد سجد
و آنچه مردم در ایں زماں از تکلفات کنند ہمہ بدعت و شیخ و نام شروع است" کلام شیخ سے ثابت ہوا کہ مصیبت زدوں کو
بیٹھنا گھڑیں یا مسجد میں تین روز تک جائز ہے لیکن نتیجہ کے دن اس مخصوص صورت سے فقط جمع ہونا اور تکلفات
بیجا کرنا اور تیا می کا مال بے وصیت صرف کرنا بدعت اور حرام ہے کیونکہ فناوی عنزی کے صفحہ ۴۴ میں شاہ صاحب
فرماتے ہیں ۷۹ "دوم آنکہ بہیت اجتماعیہ مردمان کثیر مجتمع شوند و ختم کلام اللہ کنند و فاتحہ بر شیرینی و طعام نمودہ تقسیم
در میان حاضران نمایند" ایں معمول در زمانہ پیغمبر خدا و خلفائے راشدین نہ بود اگر کسی این طور کند باک نیست
زیرا کہ درین قسمتیج نیست بلکہ فائدہ احیاء و اموات را حاصل میشود" (ترجمہ) قبروں پر سال میں ایک دن معین
کر کے جانے کی، دوسری صورت یہ ہے کہ بہیت اجتماعیہ کثیر آدمی جمع ہوں اور ختم کلام اللہ کریں اور شیرینی
یا کھانے پر فاتحہ دیکر حاضرین میں تقسیم کر دیں یہ طریقہ زمانہ پیغمبر خدا اور زمانہ خلفائے راشدین میں معمول نہیں تھا اگر کوئی
اس طرح کرے کوئی حرج نہیں اسلئے کہ اس طریقہ میں کوئی برائی نہیں بلکہ زندوں اور مردوں کو فائدہ حاصل ہوتا ہے
شاہ صاحب کے اس جواب سے چند باتیں معلوم ہوئیں (۱) عوس کے لئے دن معین کرنا جائز ہے (۲) قبروں پر
بہیت اجتماعیہ آدمیوں کا جمع ہونا جائز ہے (۳) شیرینی یا کھانے پر فاتحہ دینا اور حاضرین میں تقسیم کرنا جائز ہے
خواہ ان حاضرین میں مالدار بھی ہوں (۴) جو امر زمانہ رسالت و زمانہ خلفائے راشدین میں معمول نہ ہو اگر اس میں
کچھ برائی نہ ہو تو جائز ہے شاہ صاحب موصوف ہمیشہ ہر سال اپنے والد کا عوس کیا کرتے تھے ان پر مولوی عبدالحکیم
صاحب ملتان نے یہ اعتراض کیا کہ تم نے عوس کو فرض سمجھ لیا ہے سال ببال کرتے ہو؟ اس کا جواب شاہ صاحب
مرحوم نے تحریر فرمایا جیسا کہ زبدۃ النصح کے صفحہ ۴۲ میں مرقوم ہے "کہ ایں طعن مبنی است بر جہل حال مطعون علیہ
زیرا کہ غیر از فرض شرعیہ مقررہ لایچکس بشرط منبہ اند آرسے زیارت قبور و متبرک بعت جو صالحین و تلاوت قرآن
و دعائے خیر و تقسیم طعام و شیرینی امر حسن و خوب است بہ اجماع علماء و نوین روز عوس آنست کہ آں روز مذکر انتقال
ایشاں باشند از دارالعمل بدار الثواب" شاہ صاحب کے کلام سے معلوم ہو گیا کہ فاتحہ بخنور طعام و شیرینی رسوم صحابہ
مقررہ صلحا و معمول بہ علماء سے ہے حضرت قطب عالم شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مکتوب صدو
ہشتاد و دوم مکتوبات قدوسی میں جناب مولانا جلال الدین قدس سرہ کو لکھتے ہیں ۸۰ "اعاس پیران بر سنت پیسراں
بہ سماع و صفائی جاری دارند" یعنی پیران طریقت کا عوس ان بزرگوں کی روش پر سماع اور صفائی کیسا حقہ جاری

رکبیں صفائی کے لفظ سے خالی ہونا منکر است ظاہر اور فائدہ نکل غزیر میں بھی عرس خالی منکر است جاری رہا ہوا جو کوئی خاندان
 شاہ صاحب میں ہونیکے باوجود اپنے بزرگوں کا کلام رد کرے اسکو اختیار ہو حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب کا حال سنئے حضرت
 شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے جوچالیس حدیثیں عالم رویا کی نقل فرما کر اس کا نام الارشین فی مبشرات النبی الامین رکھا، ہر
 اسکی بائیسویں حدیث میں نقل کیا ہے کہ مجھ کو میرے والد ماجد نے خبر دی کہ میں ایام وفات رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم پر
 کھانا کیا کرتا تھا تاکہ اسکے ذریعے اتصال حاصل ہو ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے۔ ایک سال مجھ کو کچھ ماہ بعد آیا جس سے کھانا پکوانا
 صرف چتے بھنے ہوتے موجود تھے وہی لوگوں میں بانٹ دئے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ کے آگے
 وہ چنے رکھے ہوئے ہیں اور آپ ایسے خوش ہیں کہ شامت چہرے پر ظاہر ہو ایک عبارت فقہ کی ملاحظہ فرمائیے رد المحتار میں ہے وہی
 ابن شیبہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یأتی قبور الشهداء باحد علی داس کل حول الحدیث ترجمہ ابن شیبہ نے
 روایت کی کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شہدائے اہل بیتوں پر ہر سال کے اول تشریف لیا کرتے تھے۔ یہی عرس کی اصل ہے
 جب حضور نے شہدائے اہل بیت پر سالانہ تشریف لیا تا ثابت ہو تو کون ہی ہو جو حضور کی سنت کے اتباع کو موجب برکت نہ سمجھے گا
 اور جب اس سنت کی اتباع کیلئے بکثرت لوگ پہنچنے کو آپ ہی اجتماع ہو جائیکہ پھر وہاں پہنچ کر تلاوت قرآن و ذکر و ایصال ثواب بہترین
 مشاغل میں اور یہ زیارت کی سنتیں بھی ہیں بعض نے فتاویٰ ہزارہ کی عبارت اہل بیت کے روز سوم کھانا تیار کرنے کے متعلق نقل کی ہے کہ
 مکہ و ہرتیار کرنا کھانے کا پہلے دن اور تیسرے دن اور بعد ہفتہ کے اور یہ نہیں ظاہر کیا کہ اس میں برادری کی دعوت کو مکروہ کہا گیا ہے اور
 نہ ہزارہ کی یہ عبارت نقل کی ہے ودان اتخذوا طعاماً للفقراء کان حسناً یعنی اہل بیت فقیر کیلئے کھانا تیار کریں تو اچھی بات ہے اگر
 صاحب ہزارہ کے نزدیک کراہت طعام مذکور باعث تعین ایام ہوتی تو یوں لکھتا ودان اتخذوا الطعام فی غیر الايام المخصوصة
 کان حسناً یعنی ان دنوں مخصوصہ کے سوا کسی اور دن میں کھانا تیار کرنا بھی بات ہی نہیں مفہوم ہوا کہ صاحب ہزارہ کے نزدیک کراہت
 باعث تخصیص ایام نہیں بلکہ سنت ہے کہ وہ لوگ غریبوں کو نہیں کہلاتے تھے محض سنا فخر یہ طور پر اپنے دوست آشنا وغنیا کتبہ والوں کو
 کھلاتے تھے۔ اس واسطے کہا صاحب ہزارہ کہ اگر کھانا تیار کریں واسطے غریبوں کے تو اچھی بات ہے۔ فتاویٰ قاضی خاں کی کتاب نظر والاب
 میں ہے فرماتے ہیں کہ ایام مصیبت میں ضیافت ہزارہ تکلفی مثل شادی کیوں نہ کہ وہ سرور میں ہوتی ہے پس مصیبت میں نہ چاہیے اگر فقرا
 کیلئے کھانا پکا دیا تو اچھا ہے۔ نیز جاننا چاہیے کہ شرح منیہ اصلی نے عبارت ہزارہ نقل کر کے ہسوز کیا ہے اور اس کھانیکا مکروہ ہونا مسلم
 ہی نہیں کھانا اور اس کراہت کو خلاف حدیث بتایا ہے اور حدیث جریر بن عبد اللہ جو ہزارہ کے حکم کراہت کا مدار ہے اسکو طعام وقت ہوتے پر
 حل کیا ہے۔ اسکے علاوہ طعام بجز عرس کے جو اہل بیت حضرت عاصم بن کلیب کی حدیث سے استناد کیا ہے علی میں ہے ولا یحلوا عن نظر لاند
 لا دلیل علی الکراہۃ الاحادیث جریر بن عبد اللہ وانما یدل علی کراہۃ ذلك عند الموت فقط علی انه قد عارضہ
 ماروہ الامام احمد بسند صحیح و ابوداؤد عن عاصم بن کلیب عن امیہ عن رجل من الانصالی قال خرجنا مع رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم فی جنازۃ فرأیت رسول اللہ وهو علی القبر یوصی الخاف الحدیث ترجمہ ہزارہ کا کلام نظر و عمر میں
 سے خالی نہیں کیونکہ اس حدیث جریر بن عبد اللہ کے سوا کراہت کی کوئی دلیل نہیں اور حدیث جریرہ فقط موت کے وقت اہل بیت
 کے کھانا تیار کرنے کی کراہت پر دلالت کرتی ہے علاوہ بریں یہ بات ہے کہ اسکے معارض وہ حدیث ہے جسکو امام احمد نے بسند صحیح و ابوداؤد نے عام
 ابن کلیب سے انہوں نے اپنے والد سے انہوں نے ایک انصاری سے روایت کیا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک جنازہ میں
 گئے ہیں حضور کو دیکھا قبر پر لوگوں کو فزٹنے تھے کہ قبر کو پستی سے کشادہ کر اور سرہانے کشادہ کر پھر جب ابودفن آپ واپس سے حضور کو

میت کی بی کیطرت سے ایک عورت کو نہیو لایا۔ آپ نے قبول فرمایا اور تشریف لائے اور کھانا حاضر کیا گیا حضور نے اپنا دست مبارک کھا
 اور قوم نے ماتھے ڈالے اور کھانا شروع کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دہن اقدس میں لقمہ پھرتے تھے اور نکتے نہیں پھر آپ ارشاد
 فرمایا کہ میں جانتا ہوں یہ گوشت ایسی بکر کا ہے جو اپنے مالک کی بغیر اجازت لیگتی ہے عورت سے دریافت کیا گیا اُس نے عرض کیا کہ یا رسول
 اللہ میں نے بیقیت بکری خرید کرنے بھیجا نہ ملی تو میں نے اپنے پڑوسی کے پاس جس نے بکری خریدی تھی پیام بھیجا کہ جس قیمت پر بکری خریدی ہے
 میرے پاس بھی بڑوہ نہ ملا تو میں نے اسکی عورت کے پاس آدمی بھیجا اُس نے مجھے بکری بھیجی تب حضور نے فرمایا کہ کھلا دے یہ کھانا قیدوں کو
 یہ حدیث اہل میت کے کھانا تیار کرنے کی اجازت اور اسکی دعوت دینے کے جواز پر دلالت کرتی ہے جسکی وجہ سے خود شایع مینتہ المصلیٰ نے
 کراہت کو مسلم نہ رکھا ہم بھی مسلم نہیں سمجھتے جن حضرات نے یہ عبارت بزازیہ کی شرح مینتہ سے نقل فرمائی تو ایک سطر کے بعد شرح
 مینتہ میں شہرہ اعتراض لکھا تھا کیوں نہ نقل فرمایا الحاصل حدیث عاصم بن کلیب سے ثابت ہوا کہ اہل میت کی دعوت قبول
 کرنی جائز ہے اور چونکہ نبی کریم بھی سب جماعت کیسے کھانا کھانیکے لئے بیٹھے تو یہ ثابت ہوا کہ اگر کوئی غنی عی جو مصرف صدقہ نہیں ایسی
 دعوت میں شریک ہو جائے دست ہو پس سنی جواز کا اس بات پر واجب اہل میت کھانا تیار کریں نہ واسطے ریا و سمعہ کے بلکہ نظر ثواب
 قربت وہ جائز ہے مولانا شاہ عبدالغنی محدث رحمۃ اللہ علیہ جن سے مولوی رشید احمد گنگوہی نے حدیث پڑھی تھی کتا التناجیح الحی ج ۱
 شرح ابن ماجہ میں لکھتے ہیں واما صنعة الطعام من اهل الميت اذا كان للفقران فلا یاس بکلان النبى قبل دعوة المذبح التي مات
 زدها کافى سنن ابی داؤد یعنی کھانا تیار کرنا اہل میت کا جب نظر ثواب فقرا کیلئے ہونے کے مضائقہ نہیں اسلئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم
 نے قبول کی دعوت اس عورت کی جب کاخاوند مر گیا تھا جیسا کہ سنن ابی داؤد میں ہے یعنی وہ حدیث عاصم بن کلیب کی جب حال دپر
 لکھا گیا اور کھلا علی قاری نے مرقاۃ میں بذالحدیث لفظ ہریر علی مافرد صحاب مذہبنا من انہ بکیرہ اتخاذا الطعام فی الیوم
 الاول والثالث وبعلا سبوع یعنی یہ حدیث عاصم بن کلیب کی ظاہر کھلے طور پر کرتی ہے اس سلسلہ کو جو بکے مذہب لوگوں نے قرار دیا ہے
 کہ کھانا تیار کرنا پہلے روز اور تیسرے دن اور پھرتے بعد مکروہ ہے اسلئے بعد علی قاری نے اپنے مذہب لوگوں کی وجہ بیان کی کہ وہ خلاف حدیث
 کیوں حکم دیتے ہیں ان کا حکم محمول ہے ایسے مقامات پر کہ جسکے وارثوں میں کوئی چھوٹا لڑکا نابالغ ہو یا یہ کہ بالغ ہو لیکن غائب ہو یا
 موجود نہ ہو یا موجود ہو لیکن اسکی رضامندی نہیں معلوم ہوتی اور کیا جائے یہ کھانا خاص مال ترکہ سے اور نہ کیا ہو وے کسی ایک
 وارث نے اپنے مال سے اور آخر عبارت میں لکھا و تخوذ لک یعنی جیسے عذر ہم نے بیان کئے ہیں ایسے ہی اور عذر مثل ریا و سمعہ وغیرہ کے
 جب پیش آئیگی انکے سبب کھانا میت کا منع کیا جاوے گا ہمارے صحاب مذہب کی غرض یہ ہے کہ اہل میت کا دعوت کرنا اگر محض
 ثواب کیلئے ہو اور مولغ نہ کر دے خالی ہو تب بھی مکروہ ہے حاشا و کلابی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین جس
 فعل کے فاعل مجھے ہوں وہ ہرگز مکروہ نہیں الحاصل باقرار محدثین یہ حدیث مرفوع عاصم بن کلیب درباب جواز طعام اموات ایک
 فصل عظیم ہے اسکے مقابل میں سید کا قول حجت نہیں ہو سکتا بعض نے امام نووی کا قول نقل کیا ہے اور شرح منہاج کا حوالہ دیا ہے۔
 عبارت شرح منہاج کی یہ ہے و الا اجتماع علی المقبر فی الیوم الثالث و تقسیم الورد و العود و اطعام الطعام فی الایام الخمسة و الثالث
 والخامس و غیرہ بدعتہ ممنوعہ ہے جواب اس کا یہ ہے کہ بعض آدمیوں نے بعض شہروں میں کھانا قبر پر لایا اور اسی جگہ جا کر کھلا تا رسم کر لیا تھا
 اس کو اہل فتویٰ نے منع کیا کہ مکروہ ہے کھانا لایا جاوے یا قبر مردہ پر یا یا م مخصوصہ میں فتادی بزازیہ میں تصریح ہے قبر پر کھانا لایا گیا۔ ویکرہ نقل
 الطعام الی المقبر فی اللواتم یعنی مکروہ ہے کھانا لایا جاوے یا قبر مردہ پر یا یا م مقررہ میں اور مضاب الاحتمال سے بھی اسکی تصدیق پہنچی ہے کہ لکھا ہے و یشرک
 الشرع عند الضوئی الحدیث الاکل فی المقابر یعنی میتیں ہیں مشرک قبروں کے پاس حالانکہ حدیث میں آیا ہے کہ کھانا

قبرستان میں سخت کر دیتا جو دل کو پس علماء دین نے وجہ ممنوع اور مکروہی مخالفت حدیث شریف کے بیان کی ہے کہ حادثہ سے
 قبروں پر کھانا پینا منع ہے یہ نہیں لکھا کہ یہ کھانا اور دواں جا کر تکلفات بہودہ کرنا باعث خاص کر لینے دن کے مکروہ ہے اور ظاہر ہے کہ ان
 ملکوں میں جو فاتحہ در سویں بیسویں چالیسویں وغیرہ کی کرتے ہیں مقابر پر نہیں کرتے تو وہ جائز ہوتی بعض تابعین نے بحوالہ اعلیٰ قاری
 ایک عبارت علامہ طبری کی نقل کی ہے۔ اُس عبارت میں ہے: "من اصر علی امر مندوب وجعل عونا ولم یعمل بالرحمة فقد اصاب الشیطان
 من الاضلال فلیف من اصر علی بدعتہ تریجمہ ہے۔ کہ جس شخص نے کسی مرتحّب پر اصرار کیا اور اس کو واجب سمجھا اور خصت پر عمل نہ کیا
 اُس پر شیطان کا فریب کچھ نہ کچھ چل گیا۔ سنئے اس عبارت میں غیر واجب کو واجب جاننا مذموم بتایا گیا ہے تو فاتحہ تہجد وغیرہ کو کوئی بھی
 واجب نہیں جاتا۔ لہذا یہ عبارت اس متعلق ہی نہیں ہونی اگر کسی زمانہ کے لوگ ایسا سمجھنے لگے ہوں تو ان کا حکم آج کل کے مسلمانوں
 پر کیسے جاری ہو سکتا ہے اور اتنا روزانہ و زراعتی بعض نے شاہ ولی اللہ صاحب کے وصیت نامہ کی یہ عبارت نقل کی ہے دیگر از عادت شنیعہ
 مردم اسراف ہست و ماتم و چہلم و ششماہی و سالینہ الخ اور یہ بالفضل نقل کی ہے میں کہیں نہیں ہو کہ تہجد ناجائز ہے بلکہ چہلم و فاتحہ و ہر سی میں
 اسراف کرنا مکروہ بتایا ہے اس سے تہجد عس کی حمانت کہاں نکلی بلکہ اجازت نکلی کہ اسراف بڑا ہے یعنی بے اسراف درست ہے اور ظاہر ہے کہ صدقہ
 ایصال ثواب کو تو کوئی اسراف کہہ نہیں سکتا اسکے علاوہ اگر کوئی اور اسراف ہو تو وہ تہجد اور چالیسویں میں داخل نہیں اسکے مذموم ہونے سے
 اسراف کا ترک لازم آئے گا کہ فاتحہ تہجد چالیسویں وغیرہ کا الحاصل شاہ صاحب نے چہلم وغیرہ کے کھانے کھلانا نیکو نہیں منع کیا بلکہ اسراف
 کرنا نیکو عادت شنیعہ کہا ہے شاہ صاحب کا منشا اسکے بند کرنے میں بند کرنا اسراف کا ہے چنانچہ اسکی بڑائی انہوں نے بیان کی ہے اور ہم بھی
 اسکو برا کہتے ہیں علامہ شامی نے ضیافت اموات کی شفاعت میں لکھا ہے جو کا خلاصہ یہ ہے کہ موتی کے کھانوں میں تبدیل اور شہیں
 روشن کیجاتی ہیں اس طرح کہ محافل شادی میں بھی انہوں اور طلبہ بچتے ہیں اور گانا خوش آوازی سے ہونا ہے عورتیں اور بے ریش لڑکے
 آتے ہیں جو کچھ قرآن پڑھتے ہیں اسکی مزدوری لیتے ہیں یہ جو خلاصہ عبارت شامی کا جواب الجاننا میں ہے معلوم ہوا کہ بعض جگہ ایسے
 اسرافات جاری ہو گئے تھے اور سطح جو خاص اپنے احباب اور برادران اغنیاء میں حصص بطور توہندی تقسیم کرتے ہیں وغیرہ کو نہیں کہتا
 وہ بھی فی الجملہ اسراف اور خود نمائی میں خلل ہے و وضع ہو کہ شرح منہاج میں جو گزرا کہ ششماہی و سالیانہ وغیرہ کا کھانا مکروہ ہے اس میں ایک یہ بھی
 سبب ہے کہ جو سستی ہٹ کھانے کے میں انکو نہیں کھلاتے اور کھانا اس طرح کا تکلفی بچاتے اور اس میں طرح طرح کی زینتیں کرتے ہیں جس طرح
 شادی ۶۰ ویں کے کھانے میں دستور ہے ایسے کھانا نیکو فقہتا منع کرتے ہیں فتح القدیر وغیرہ میں ہے کہ احباب کی ضیافت تکلف اور زینت
 کے ساتھ اہل مہینے لینا اور کھانا مکروہ ہے کہ یہ بات مردوں میں جائز ہے موت میں مرد کہاں الحاصل جس فقہیہ کے کلام میں نعمت
 ہو وہ ایسے قسم کے کھانے کی حمانت جو دلیل اسکی یہ ہے کہ صریح برازیہ وغیرہ میں موجود ہے "وان اتخذوا طعاما للفقرا کان حسنا" جو لوگ تعینات
 کے ساتھ ان فاتحات کو جائز کہتے ہیں وہ سب شرط کرتے ہیں کہ محض غنیا کو کھلا دینا ثواب صدقات میں معتبر نہیں چنانچہ محققہ لہ صلح میں ہے
 "سازی طعام مردہ چوں روز سیم، مفہم چل۔ باید وہی درویش زور نہ نباشد معتبر مولوی رشید احمد اور ان کے متبعین کہتے ہیں کہ سیم
 میں مشابہت ہو کفار ہونے کی اور حدیث میں ہے کہ تشبہ بقوم فہو ہم۔ سو جواب اس کا یہ ہے کہ تشبہ مصدر ہے مشتق ہو لفظ تشبہ بالکسر شبہ
 کے معنی مانند پس تشبہ کے معنی مانند کسی کے ہو جا تا ہے معنی تشبہ کے معلوم ہوتے اب ہم منکرین سے دریافت کرتے ہیں کہ سیوم کزیرا
 کس بات میں مانند ہونے کے ہو جاتے ہیں ہم قرآن پڑھتے ہیں وہ قرآن نہیں پڑھتے اور ہم کلمہ طیبہ پڑھتے ہیں جو کفر شکن ہے وہ کلمہ
 نہیں پڑھتے ہمارے دوست احباب اور برادری جمع ہو کر کلمہ کلام پڑھتے ہیں ان کی برادری جمع ہو کر کچھ نہیں پڑھتی فقط وار خیر ہے
 دکان اسکی کھلا دینے میں اور قلم سیاہی کتاب وغیرہ کو ہاتھ لگو اگر سوگ دینے کرتے ہیں اور کچھ ان کے یہاں اگر پڑھتا ہے تو فقط ایک طرف

برہمن پندت پڑھنا اور ازان میت اور بھائی برادری اور دوست آشنا کچھ نہیں پڑھتے وہ اجتماع اور قسم کا جو اور ہمارا اجتماع وہ ہے جو
 باجماع اہل صلاح و دیانت جائز ہو جیسا کہ علامہ عینی شراح ہدایہ کی عبارت گزرجگی اور اگر کوئی مشابہت اس کا نام رکھے کہ انکے یہاں رسوم کفر
 ہوتے ہیں تمہارے یہاں رسم اسلام یعنی کلمہ و قرآن ہوتا ہے تو انصاف کرنا چاہیے کہ یہ مشابہت کیا ہوئی ہے تو مخالفت ہوئی یعنی ہم وہ
 کام کرتے ہیں جو مخالف کفار میں کا فزہ کام کرتے ہیں جو مخالف اسلام میں وہ اپنے کام کرتے ہیں ہم اپنے مثلاً مغرب کے وقت اور عشا اور
 صبح صادق کے وقت ہم لوگوں کی اذان کہی اور نماز پڑھی انہوں نے ان تینوں فتوئین قوس بجایا پوچھا کیا اب کوئی یہوؤ اس کو مشابہت قرار
 دیتے لگے کہ ان وقتوں میں اپنے طور کی عبادت کی انہوں نے اپنے طور کی پس اوقات تشبہ پیدا ہو گیا تو سب عقلا اس کی ہرزہ داری اور غم
 پر فہمہ ہارنی گئے اور یہ سب طرح جہا جی لوگ بیت اللہ شریف سے واپس ہوئے وقت اب نزم لایں نو کوئی یادہ کو کہنے لگے کہ یہ تشبہ مہنود ہو گیا وہ جی
 اپنی عبادت کا سے واپس ہوتے ہوئے گنگا کا پانی لاتے ہیں تم پانی نزم مشرف کالا سے تو سمجھنا چاہیے کہ یہ خرافات یہوؤ تشبہ میں کالی سخت
 بیغی کی دلیل نہیں واضح ہوا کہ اگر تم تشبہ بنظر ظاہر کسی امر میں پیدا ہو جائے تو وہ ہرگز شرعاً ممنوع نہیں اور تاہم یہ کہ فقط تیس دن کی مسافر
 میں بھی مشابہت قوم ہنود کی نہیں پائی جاتی اسلئے کہ ہنودوں میں بعض قومیں عجیبہ کی قابل نہیں ہیں سوائے ساتھ تو کچھ بھی مشابہت ہوئی
 اور جو قابل میں انکے ساتھ بھی مشابہت نہیں کیونکہ ان لوگوں کے قوانین متعلق گردش کو اکسے ہیں تیسرے دن تیسرے دن لوگ جب کرتے ہیں
 کہ گرد سامنے ہوا اور گرجک کی کہ جو پانچ پنچتر ہیں سامنے آجاتے ہیں تو جو وقت تک وہ گردل نہیں ملتی تیسرے دن ہونا کچھ بھی چار دن کبھی پانچ
 دن میں کیا جاتا ہے اور مسلمان تیسرے دن سے آگے نہیں ٹلاتے ان کو کو اکسے کچھ بحث نہیں انہوں نے شرع سے اصل پیدا کر کے کسی امر خیر
 کیلئے بنا برصحت ن معین کر لینا جائز ہے نہ عین کیا نہیں اہل اسلام شی دیگر ہوا اور عین ہنود شی دیگر ہیں حکم تشبہ باعث مشارکت ہوئی جی
 ٹوٹ گیا اور یہ سب شرعی ہو کہ جب ہمارے اور کفار کے درمیان کسی امر میں تفاوت اور امتیاز پیدا ہو جاتا ہے تو حکم تشبہ باطل ہو جاتا ہے جب سب
 لغوی سن چکے اب معنی شرعی سننے صاحب بحر الرائق قاضی خاں سے نقل کرتا ہے کہ کفار کی ساتھ تشبہ ہر بات میں مکروہ نہیں فانما کل تشبہ
 مکالم یفعلون یعنی اسلئے کہ ہم بھی یہ سب طرح کھانے پیتے ہیں جہا جی کھانے پیتے ہیں اور درختا میں ہو کہ اگر آدمی ارادہ کرے انکے ساتھ مشابہت
 کا اور جس چیز میں مشابہت کرتا ہے وہ شرع میں مذموم بھی ہو شوق تشبہ مکروہ ہے اور مسلم رکھ اس حکم کو شامی نے اور مولوی سید علی صاحب
 کی تحریر سے بھی رسالہ رفع یدین میں معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے مشابہت کے مکروہ ہونے میں قصد کو معتبر رکھا ہے یعنی جب نیر یا اعتراض کیا گیا کہ
 ان ملکوں میں رفع یدین کرنے میں تشبہ روافض کے ساتھ لازم آتا ہے اسلئے کہ جواب میں لکھتے ہیں کہ ہم رفع یدین میں ارادہ تشبہ فرقوں گمراہ کا نہیں
 کرتے بلکہ اتفاقاً موافقت لازم آجاتی ہے انتہی ملا علی قاری شرح فقہ اکبر میں لکھتے ہیں کہ ہم کو مشابہت کافروں اور بدعتیوں کی گھسیا ہی بات
 میں منع ہے چونکہ دین کا تمغہ اور پختہ علامت انکے فرق کی ہوا نہیں منع مشابہت ہم ہر جا بدعتوں میں اب خیال کرنا کیا مقام ہے کہ تشبہ
 جو حدیث میں منع اسکے یعنی میں شرعاً ہر ملک و قوم ہنود سے کسی بات میں مشابہت نہیں نہ قرآن پڑھنے میں نہ چیزوں پر کلمہ پڑھنے میں یہاں تک کہ
 تیسرے دن کے تعین میں بھی شرکت نہیں کیونکہ انکے نعین بدلے رہتے ہیں باعث پیش نہ کہ مذکور کے پس تشبہ لغوی و شرعی کی سب طرح کا
 ہم کو لگنے ساتھ نہیں الحمد للہ علی ذلک اسمعیلی سب کے سب اس مسئلہ میں بے سمجھے ہو چکے حکم تشبہ لکھا ہے یہ ہیں اور حدیث نبوی من تشبہ

بقوم فہو بہم کو نہایت درجے میں مل پڑھتے ہیں ضمال ہو لاء القوم کا یکا در دن یفعلون حدیثاً۔

خاتم المفسرین والمحدثین حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کے تمام فائدان میں تیسرے کا درج تھا شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بھی تیسرا
 شاہ صاحب نے اپنے بھائیوں کا بھی تیسرا کیا شاہ صاحب کے ملفوظات میں ہر روز رسوم کثرت ہجوم مردم اس قدر بودند کہ بزرگ از صاحب است
 و شتا و یک نیم کلام امر بہ شمار آمد و زیادہ ہم شد با شد و کلام احمد شریف (ملفوظات صفحہ ۸۰) یعنی تیسرے کے روز آدمیوں کا ہجوم اس

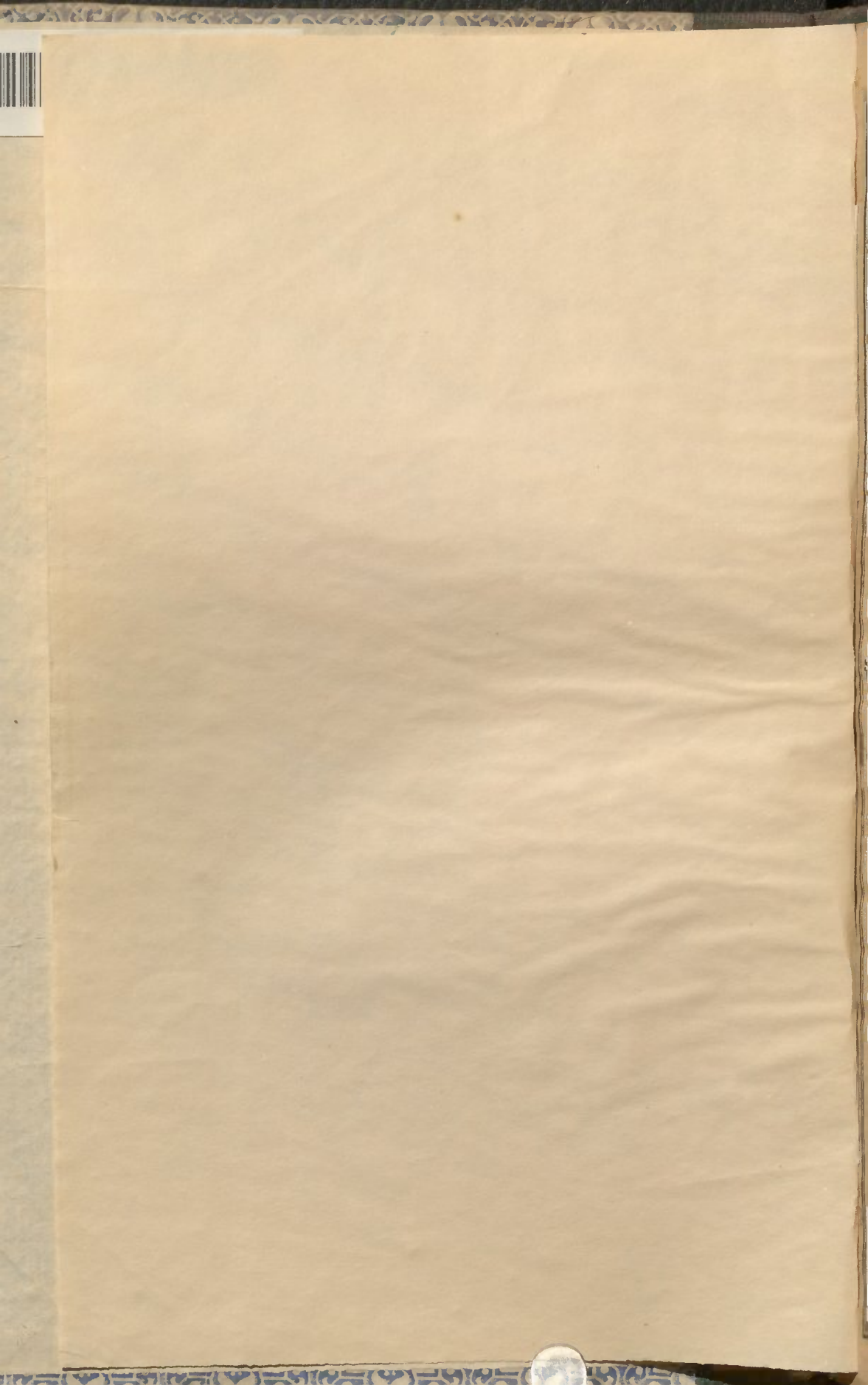
کثرت سے تھا کہ شمار میں نہیں سکتا۔ کیا سنی ختم کلام اللہ شریف شمار میں آئے اور شاید اس سے زیادہ بھی ہو گئے ہوں اور کلمہ کی توانہا نہیں۔
 اگر کوئی یہ کہے کہ مطلق ایصال ثواب کے جائز اور حرجت نہیں تو کس طرح کا شہ نہیں مگر تعین یوم و تخصیص تاریخ ایصال ثواب میں ناجائز ہے
 تو ہم کہیں گے کہ تخصیص کو وجہ مانعت قرار دینے کے کیا معنی اگر یہ ہیں کہ نفس ایصال معراج عن خصوصیات تو جائز ہے اور خصوصیت سے ناجائز
 کر دیا تو یہ کلام بے معنی ہے اس لئے کہ شئی میں حرجت ہو معراج عن خصوصیت تو صرف ایک ہی مرتبہ ہر وہ حاجت میں پائی نہیں جاسکتی کہ جو چیز حاجت میں
 موجود ہوگی وہ ضرور حرجت ہو کر موجود ہوگی تو جب وہ متحقق ہی نہیں تو وہ ناجائز ہونے والا ہے کہ یہ دونوں فعل مکلف کی صفات میں اور افعال
 مکلفین معراج عن خصوصیات متحقق نہیں لہذا خصوصیت کو ناجائز کہنے کے معنی ہی ہیں کہ ایصال ثواب ہی کو ناجائز کہا جاتا ہے اور اس کو منع کرنا
 ایک حیلہ ہے اور جب ہم ایصال ثواب کو احادیث اور فقہ سے جائز ثابت کر چکے اور وہ ضرور کسی وقت خاص میں کسی مکان خاص میں کہی جاتی ہے
 خاصہ کہ کتبہ ہونا تو جب تک انہی کی کوئی خصوصیت شرعاً ممنوع نہ قرار پائے تمام خصوصیات کے ساتھ ایصال ثواب جائز ہی رہیگا اور ناجائز کہنے
 والے پر خصوصیت کی مانعت ثابت کرنی ہوگی اور اگر خصوصیت کے ممنوع کہنے کے یہ معنی ہیں کہ مثلاً گیارہویں وغیرہ کی فاتحہ دلائیے اسے
 گیارہویں ہی تاریخ کو جائز کہتے ہیں اور دیگر اوقات میں ناجائز جانتے ہیں اور جب مطلق ایصال ثواب جائز ہے تو اسے ایک تاریخ میں جائز کہنا دوسری
 تاریخ میں ناجائز کہنا خلاف شرع ہے کہ لطلاق شرعی کو اپنی سائے سے مفید کرنا ہی اور یہ ناجائز ہے تو ہم بھی کہتے ہیں کہ ایسی خصوصیت ضرور ممنوع
 ہے اور ہرگز مسلمانوں کے ایصال ثواب کے متعلق ایسے خیالات نہیں ہیں عام طور پر جہان تک تجربہ سے ثابت ہے وہ وہی ہے کہ حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ
 کی فاتحہ دلائیے اسے ہر قسم کی خصوصیت کے قابل نہیں وہ لوگ دوسری تاریخ میں بھی فاتحہ دلاتے ہیں خواہ مجاہد ایک مسلمان کیساتھ جڑنی کب
 رواج ہاں یہ کہنا جاسکتا ہے کہ ہر گیارہویں کی فاتحہ کہتے ہیں جو گیارہویں ہی کے دن ہوتی ہے اور دوسرے دن جو فاتحہ ہوگی وہ گیارہویں کی نہیں
 ہو مگر اس ناجائز کہنے والے نے اتنا بھی نہ سمجھا کہ یہ فاتحہ کی خصوصیت بخینے مذکور کہاں ہو یہ تو نام کی خصوصیت ہے کہ جو فاتحہ گیارہویں تاریخ
 کو ہوتی ہے وہی گیارہویں کہتے ہیں اور یہ بیشک صحیح ہے کیونکہ جو فاتحہ دوسری تاریخ میں دلائی جائے وہ گیارہویں کی نیاز کیونکر آجاتی
 ہے۔ ہاں اگر دیگر یوم کو بھی گیارہویں تاریخ کہتے تو اسکی فاتحہ کو بھی گیارہویں کی فاتحہ کہتے والے ایسے فطیس ثانیہ اگر یہ اعتراف درست
 ہو تو اس فاتحہ کے جواز میں کلام نہ ہوا التسمیہ میں کلام ہوا جبکہ مطلب یہ ہوا کہ یہ فاتحہ جائز ہے اور نام صحیح نہیں ثواب بھی ہمارا دعا
 ہو گیا کہ خاص گیارہویں تاریخ میں فاتحہ دلا ناجائز ہو چکے دوسرے دنوں میں بھی ایصال کو جائز جانتا ہو۔ یہ جواب ہر بنا منزل جو درتہ
 نام کے ناجائز ہونے کی کوئی وجہ نہیں حقیقۃ الامریہ ہے کہ یہ جتنی تخصیصات ہیں عرفی تخصیصات ہیں کوئی سے شرعی تخصیصات نہیں
 جانتا لوگوں نے اپنے مصالح اور آسانی کے لحاظ سے ایسی خصوصیت مقرر کر رکھی ہے اور اس خصوصیت کے بغیر میں بھی جائز جانتے ہیں اور ایسی
 خصوصیت میں کوئی قباحت نہیں اور ہمیں شک نہیں کہ وقت مقرر کرنے میں جو آسانی ہو وہ ہم میں نہیں کہ وقت کی پابندی میں
 جس طرح کام انجام پاتا ہے وہ ہم رکھنے میں نہیں ہوتا کہ ہم میں یہ ہوتا ہے کہ آج کر نیکی کل کر نیکی کو اپنی زبان گزرتا ہے اور کام انجام
 نہیں پاتا اور معین کرتے ہیں ہو جائے کہ تاریخ اور یہ ایک حقیقت ہے جس کا انکار نہیں کیا جاسکتا اور تمام منظم کام اس طرح بخوبی انجام پاتے ہیں
 ہر کوئی تخصیص شرعی قرار دینا خوش فہمی ہے اور اس تخصیص کے جواز میں اصلاً شک نہیں عام طور پر ہندوستان کی مساجد میں اوقات
 نماز گھر ٹولے مقرر ہوتے ہیں کہ اتنے بجکر اتنے منٹ پر قائل نماز ہوگی تو کیا اس طرح جماعت کرنا ممنوع ہے جو ہیں یہی فائدہ ہے کہ تمام وہ
 لوگ جو جماعت کی پابندی وقت پر کھینکا اور گلیے اوقات نہ مقرر نہیں تو کہیں باعت ملیگ کبھی نہیں اور اول وقت سے ہر نماز کیلئے اگر جماعت کا
 انتظار کرنا پڑے گا اور ظاہر ہے کہ پابندی نہ ہو تو بعض وقت گھنٹوں بیٹھا رہنا پڑے گا اور کارباری آدمی اتنا وقت نہیں خرچ کر سکتا
 پھر جماعت ملنے کا کیا طینان ہو۔ سید طرح تعمیر مدسکہ کی نہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہ خلفائے راشدین سے اور سبیلے

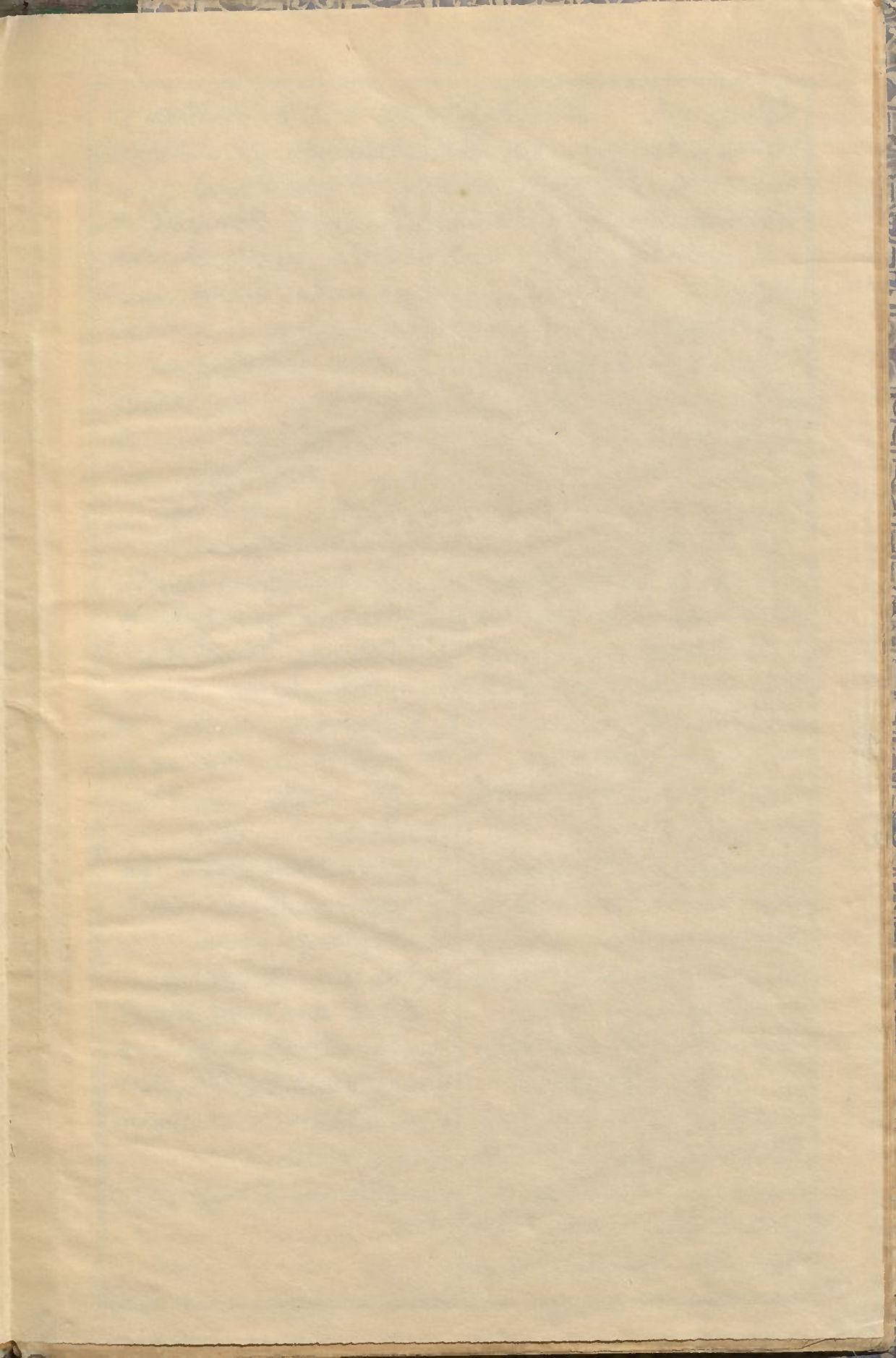
صاحبزادے کا بھی علم دین کی اجرت نہ لیتے تھے اب علم دین پر زمانے پر تو خرابی میں معین ہیں اور پہلے جو کوئی روپیہ دیتا تھا نفعی طور پر دینے کو نہالی رہا ہے جانتا تھا اب چند دینے والو کی نمائش ہوتی ہے ان کے نام سال بہ سال نکلا ہوا نہیں چھپتے ہیں چند کے والا اگر دینے میں کچھ نامل کرے تو ایک پیادہ متقاضی اس پر متعین کیا جاتا ہے۔ پہلے مدارس اسلامیہ میں طرہ طرہ تعلیم اس طرح تھا کہ استاد پڑھتے تھے اور شاگرد سنتے تھے چنانچہ بخاری و مسلم و ابوداؤد وغیرہ سب محدث لکھتے ہیں کہ ہمارے استاد اس کے یہ حدیثیں ہمارے سامنے پڑھیں اور ہم کو تعلیم کیں جا بجا لفظ حدیثا شاہد ہو کہ غلط نہ ادا اللہ شرفاً میں اب تک تیرہ سو برس ہو چکے ہیں دستور جاری ہو کہ استاد پڑھتا ہو اور شاگرد سنتے ہیں اب بالکل یہاں ترک ہو بہترستان کے مدارس میں یہ طریقہ سے کہ شاگرد پڑھتا ہو استاد سنتا ہو علاوہ اسکے منطوق اور علم ہیئت و ہندسہ وغیرہ جن کا سلسلہ یونانیوں تک پہنچا ہے اور صحابہ کی جوتیوں تک کی گردنگی تھی اور تحصیل میں داخل ہیں یوں ہیں مدارس میں اوقات درس اوقات امتحان آیام تعلیم و آیام تعطیل وغیرہ تمام انتظامی امور مضبوط کیے جاتے ہیں تو یہاں تخصیصاً سے مدرسہ تاجراور میں ٹھہنا بدعت و تخصیص کے ناجائز کہنے والوں کو چاہئے کہ اپنے یہاں سے مدارس اٹھا دیں اور کہیں کہ نفس تعلیم تو جائز ہے اور تخصیصاً کہ فلاں وقت سے فلاں وقت تک مدرسہ ہوگا اور فلاں جماعت میں فلاں فلاں کتابیں ہونگی یہ سب بدعت ہیں حضور قدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں یہ کل تخصیصاً موجود نہ تھیں لہذا یہ مدرسہ اور اس میں تعلیم ناجائز بلکہ تعلیم وادارہ ہے کہ وقت بھی معین نہ ہوا اور کتاب بھی معین نہ ہوا اور کئی غلو و ضابطہ کے تحت میں نہ ہو کبھی ٹپہنے والا صبح آجائے اور کبھی دوپہر اور کبھی شام اور کبھی رات کو اور کسی روز صرف کی کتاب اور کسی روز کئی اور کسی روز منطوق کی اور کسی ان فقہ کی اصول کی حدیث کی تفسیر کی اور یہ سب کبھی کسی سلسلہ اور ترتیب کے ساتھ ہوں ورنہ کچھ تخصیص پیدا ہو کر تعلیم ناجائز ہو جائیگی خلاصہ یہ کہ اس زمانہ کی طور تعلیم مدارس کو کہاں تک بیان کروں کہ سے کم علم آدمی بھی نامل کر گیا تو معلوم کر گیا کہ بیشک مدرسہ تعلیم دین کا اس ہیئت کہ ذاتی اور ہیئت مجموعی کیشاہرگز قرون ثلاثہ میں پایا نہیں گیا لیکن مالہ ہجہ جائز کہتے ہیں اس کو فقط ہسات پر نظر کر کے کہ گو یہ عواض و لوازم بالائی سلف سے نہیں لیکن اصل تعلیم دین تو ثابت ہوا ان عواض سے انکی اصلیت باطل نہیں ہوتی اور یہ نہیں کہتے کہ تعلیم جو اس ہیئت کہ ذاتی سے ہو بدعت اور ضابطہ ہے۔ یہی طرح اپنے دیگر امور عبادت داری اور کام ملاقات و غیرہ تصریح اور کھانے سونے وغیرہ کسی کیلئے وقت مقرر کرنا ناجائز ہوگا کہ ان کا جو شرع سے مطلق ہو اور تخصیص بدعت ہے، یہ بدعت بدعت پکارنا مولے سے پہلے اپنے نام کاموں سے تخصیصاً کو اٹھا دیں اسکے بعد عرس و گیارہویں و چہلم وغیرہ کو منع کریں اپنے لباس وضع قطع میں اور ہر کام میں خصوصیت کو رواد رکھتے ہیں مگر ایصال ثواب میں خصوصیت آئی اور بدعت کا حکم لگا اس سے تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ یہ لوگ ایصال ثواب ہی کو منع کرنا چاہتے ہیں ایصال ایصال ثواب شرفاً مندرجہ امور سے آیات و احادیث و فقہ سے اسکا جواز ثابت ہوا اور گیارہویں وغیرہ کی فائتہ بھی ہی ایصال ثواب کی ایک فرقہ ہے لہذا یہ بھی جائز کہ مطلق کے جواز ثابت ہونیکے بعد افراد کا جواز خودی ثابت ہو جب تک افراد میں شرعاً قباحت ثابت نہ ہونا جائز نہیں کہہ سکتے اور یہاں گیارہویں وغیرہ کے عدم جواز کی کوئی دلیل نہیں قرآن میں اسکی ممانعت نہ حدیث میں نہ اسکے متعلق کوئی اجماع و قیاس و اجتہاد اور جب جائز ہوئی کوئی شرعی دلیل نہیں تو ناجائز کہنا غلط و باطل اور بدعت کا حکم لگانا محض بے اصل آن لوگوں کو یہ بھی معلوم نہیں ہوتے کہتے ہیں اور بدعت کی کتنی قسمیں ہیں اور یہ کونسی بدعت ہے۔ جاننا چاہئے کہ بدعت کی پانچ قسمیں ہیں اور وہ کبھی واجب ہوتی ہے اور دالہ امتحان میں ہے کہ قولہ ۱۲ صاب بدعتاً ہی حرمت والا فقد یحون واجتہبہ لکھنک دلہ للرد علی الفرق الضالہ و تعلم الخوالمفہم للکتاب السنہ و مندوبہ کا حادثات خورباط و مندوب کل احسان لم یکن فی الصدر الاول و ملکہ و ہنہ کفر خرفۃ المساجد و مباحثہ کا توسع بلذیہ المائل و المشارب التیاب کما فی شرح الجامع الصفر للمناوی عن تہذیب النودی و مثله فی الصریقۃ المحمدیۃ للبرکلی یعنی یہاں بدعت سے مراد بدعت محرمہ ہے ورنہ کبھی بدعت واجب ہوتی ہے جیسا کہ فرقہ ضالہ کے دیکھئے دلیل قائم کرنا اور ہر قدر زور پڑھنا جس قرآن و حدیث سمجھ سکیں اور کبھی بدعت مندوب ہوتی ہے جیسی مسافر خانہ اور مدرسہ بنانا اور نیک کام جو صد اول میں نہ تھا اور کبھی مکروہ ہوتی ہے جیسی مسجدوں کو مخرخرف کرنا اور کبھی مباح ہوتی ہے جیسی

حالیہ لکھا ہے کہ تیراخی جگن چند مان کے حنفی لفظ ہے ساکن جو راجتے تمام عرفوی ذینے اور لکھنے میں گزری انتہی کلام شیخ عبدالحی محدث و بکر رحمۃ اللہ علیہ نے
اشتمتہ المات میں لکھا ہے و در بعض روایات آمدہ است کہ شرح بہت ہی آید فافہ خود را شب جمہ میں نظر مینماید کہ تصدیق می کند از وسے یاد او خزانه الروایات
میں جو بعض بعض العلماء المحققین ان الارواح تخلص لیلہ الحجۃ و سنتہ فخری والی مقابیرہ ثم جاوا بہو ثم ترجمہ بعض علماء محققین سے ہے کہ روایات جھوٹی ہیں
جمعہ کی رات کو اور پھیل جاتی ہیں قبروں کی طرف اور آتی ہیں یعنی جہاں اُنکے جسم مدفون ہیں پھر اپنے گھر کی طرف آتی ہیں یعنی جہاں رات حیات دنیا میں مقیم تھیں اور
صد بن رشید تیرتی نے دستور القضاۃ میں لکھا ہے کہ بیشک وہیں اہل ایمان کی آتی ہیں ہر جمعہ کی رات کو اور دن کو پھر گھڑی ہوتی ہیں اپنے گھر و مکے سامنے پھر
پکارتی جو ہر شرح نگین آواز سے لے میرا بل لے میری اولاد امیر سے رشتہ دار ہم پر پہنچی کرو ساتھ فریاد کے اور یاد کرو اور مت بھولو اور ترس کھاؤ ہمارا
ہماری غربت میں یا دل جو ہمارا کھدے میں ہو ہمارا کھدے میں تھا پھر رو میں پھر جاتی ہیں اٹھی رقی ہو میں اور آؤ نگین کہہتی ہیں یا اللہ نا امید کجوان کو اپنی رحمت کے
جیسا نا امید کجوانوں نے ہم کو دعا و صدف سے علی بن احمد غوری نے کفر العباد میں بھی اس روایت کو نقل کیا جو ان صاحب کو نقل کیا جو اس کتاب میں اُنکے خلاف
عقائد بیان تھیں اسکو کہا یا کرتے ہیں یہ معتبر نہیں اسکی ضعیف روایتیں ہیں اسلئے میں خبردار کرتا ہوں کہ شیخ عبدالحی صاحب کے مولوی سخی نے ماہہ مسائل میں
چند مقامات پر سند کجوانی جو اوخر خانہ الروایات بھی انہوں نے سند کجوانی جو نیز دستور القضاۃ کے بھی سند کجوانی جو مسئلہ سیدہ ماہہ مسائل میں ہے یہ کہتا ہے ان
بزرگوں کی مسلم الشہوت قابل سند میں غرضیکہ ان معتبر کتابوں کے موافق معلوم ہوا کہ جو لوگ خیر خیرات اور عمارتوں وغیرہ نہیں کرتے اُنکے گھر و سے رو میں ہوتے
کی نگین نا امید کجوانوں کو کوسٹی بُر عادی تکلیم میں بنا علیہ سلف میں دستور عقائد کے جمعرات کو صرف تیرتے تھے لیکن آخری صدی کے بعض علماء نے چھوڑ دیا۔
تیسرے صاحب مجموعہ الروایات نے لکھا ہے کہ جب کوئی شخص کھانے کھلایا کرادہ کرے تو روز و وفات بلکہ وقت و وفات کا خیال کسے اور دعا و تکیا لکھیں اسلئے کہ
یاد رکھئے کہ میں بہت ہی شرح عالم بالکونین اور کونین ہوا ہے کہ اموات کی رو میں پہلے عرسوں میں اس مقام و ساعت میں ضروری ہے جہاں نکاح انتقال
ہوا ہے اس مناسب ہی ہو کہ اس عہ میں کھاؤ وغیرہ کھلایا جائے کیونکہ اس نسبت کی شرح غرض ہوتی ہے اور اس بڑی تاثیر ہی اس طرح منقول ہے
خزانۃ الجلالی اور جمع الحامع مصنفہ علامہ جلال الدین سیوطی اور صرح الہدیہ مولفہ مولانا جلال الدین بخاری اور شامی مظہری وغیرہ و اللہ اعلم بالصواب
فلیکن ہذا آخر الامان ایدہ فی ہذا الباب اللہ سبحانہ والی اللہ الصواب و تقاریظ علماء (دین)

حدیث کتاب مکمل اور تادی ہی مستفیدین باصفا کے لئے موجب طہارت ہے
اور ممکن کہ نظر کیلئے چرخ ہدایت۔ فاضل مولف کے شکر کے ساتھ
اس کتاب کی کثرت اشاعت جس طرح زندوں کیلئے باعث تکمیل حسانت
آی طرح مردوں کو قبر میں موجب ثواب۔ واللہ اعلم
ابوالاعجاز انصاری زاجر انصاری مفتی والاعلام معینیہ عثمانیہ راگہ اعلیٰ جمیر شریف
ایصال ثواب کے استدلال کے سلسلہ میں اس سے زیادہ
کوئی رسالہ مفصل اور مدلل میری نظر سے نہیں گزرا۔
احقر عزیز لا سلام کوچ بہاری مدرس مدرس معینیہ عثمانیہ جمیر شریف
فاضل عمریئے مسئلہ ایصال ثواب میں ہر قسم کے دلائل روایات
کتب فقہ و احادیث و اقوال سلف جمع کر کے اس رسالہ میں درج
فرمائے رسالہ ہذا کے مطالعہ کر نیے ہر شخص مخالفین جواب دینے کے لئے
کامل استعداد حاصل کر سکتا ہو خصوصاً عوام کے لئے نہایت اہم اور
ضروری چیز ہے۔ جزاہ اللہ خیر الخیرات
مولانا محمد علی عثمانی مدرس مدرس مدرسہ تحفہ صوفیہ جمیر شریف

مجھے ہے جو کچھ تحریر فرمایا ہو وہ نہایت صحیح و منفق الراء ہے ہوں۔
مولانا فقیر احمد لکھا گیا گھوڑی عفا عنہ الباری
یہ اس رسالہ کو ان سے آخر تک لکھا جو کچھ مجھے ہے تحریر فرمایا وہ موافق
قرآن و حدیث و اجماع است ہے
مولانا عبدالحی غفرلہ (نائب صدر مدرس مدرس معینیہ عثمانیہ جمیر شریف)
فاضل مولف نے رسالہ ہذا کو کمال متانت سے لکھا اور دلائل و ہر بیرونی اقوال
علمائے فرین کیا ہے۔ جزاہ اللہ خیر الخیرات۔
احقر محمد شریعہ السنن مدرس مدرس مدرسہ معینیہ عثمانیہ جمیر شریف
قد جاد البلیغ و اصحاب فاعلموہ یا اولیٰ کا کتاب
مولانا قادی عبدالرحمن عربی مولف مدرس والاعلام معینیہ عثمانیہ
الحمد لله والصلوٰۃ علی سرتہ محمد و علیہ
بلور ان سلام اسناد علوم شریعیہ رسالہ ہذا کے اکثر حصہ مطالعہ کیا
اس فیصلہ حق بجانب لانا مولوی سلیم جمیر جنتیں سید کی تحقیق و تشریح کو
موافق مذہب اہل سنت صحیح اور مدلل پایا اگرچہ اس نام اور اس مضمون کا
پہلا مطبوعہ رسالہ بھی اہل فہم کے لئے مفید اور کافی ہو لیکن جدید دلائل اور
اضافہ معلومات و مستقولات کے اعتبار سے مسئلہ جواز فاتحہ خوانی میں یہ

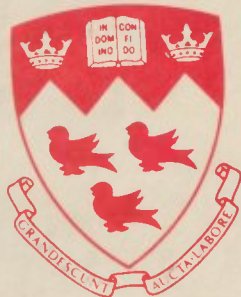




McGill University Libraries

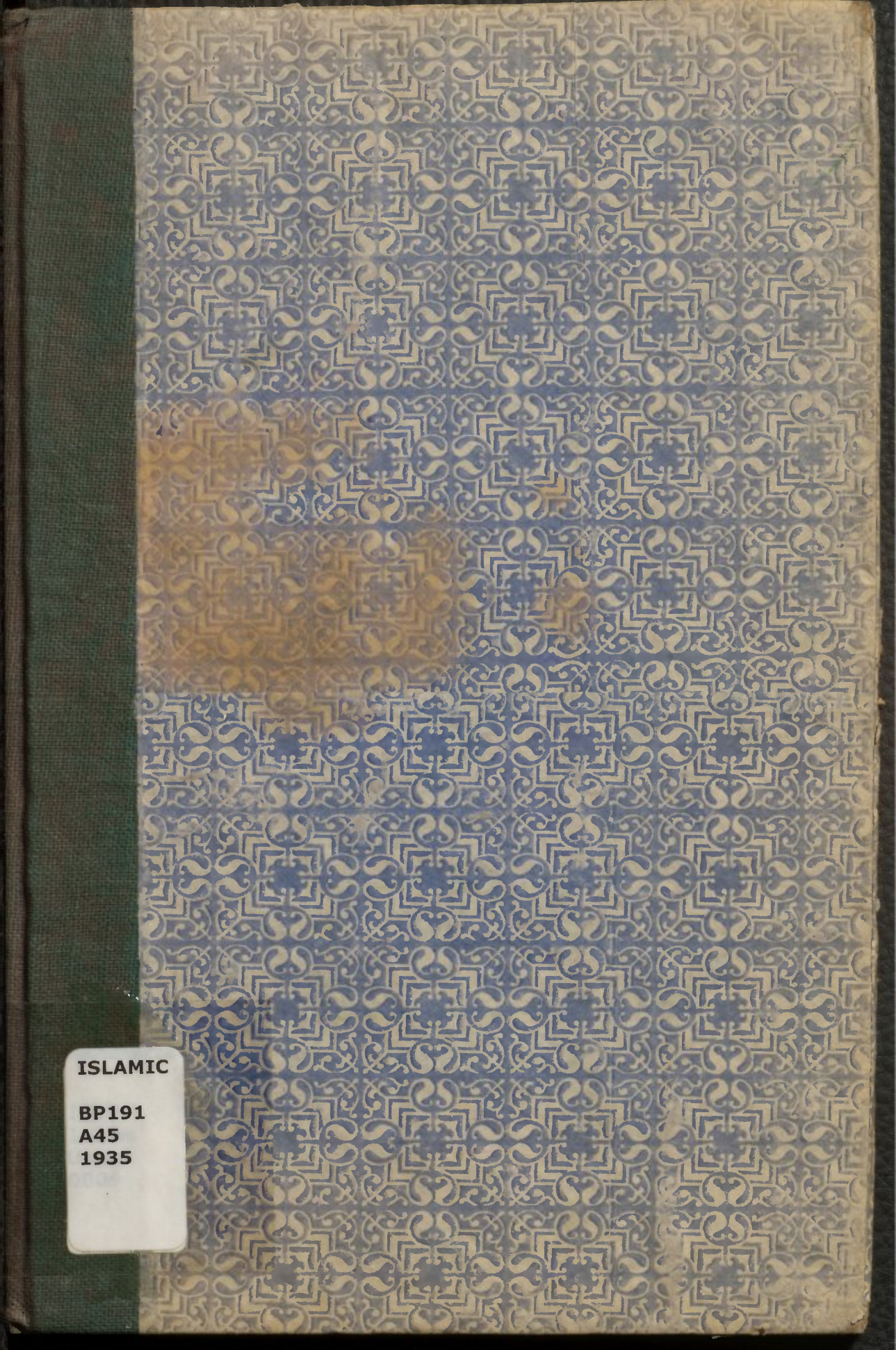


3 101 335 824 K



McGill
University
Libraries

Islamic Studies Library



ISLAMIC

BP191
A45
1935